رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۳۹ ھو الحق سالانہ چندہ للعہ

[illegible]

اللہ اکبر اللہ اکبر

اسلام زندہ باد

صوبہ سرحد و یاغستان و افغانستان کا واحد ماہوار علمی مجلہ

افغان

مدیر

ابو المعالی آزاد

دفتر رسالہ افغان ہوتی مردان ضلع پشاور سے شائع ہوا

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولانا ابو المعالی آزاد سرحدی پرنٹر

پبلشر و ایڈیٹر کے چھپا

افغان کمپنی لمیٹڈ

دورِ جدید کی ہوا میں ہر شخص حصول آزادی کے لئے پوری جدوجہد کر رہا ہے۔ لیکن صوبہ سرحد کے مسلمان اب تک خواب غفلت میں مدہوش پڑے ہیں۔ مذہب کو پس پشت ڈال کر غلامی کو مایۂ ناز سمجھ کر طرح طرح کے روحانی امراض میں مبتلا ہیں۔ موجودہ حالت میں ایک ایسی انجمن کی سخت ضرورت تھی جو اسلامی حقوق کی حفاظت کیلئے صوبہ سرحد سے ایک روزانہ اخبار جاری کرتی۔ وطن کو علوم و فنون سے سرسبز اور شاداب بنانے کیلئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ قایم کرتی۔ اور عربی فارسی ترکی۔ انگریزی وغیرہ کتابوں کے ترجمے کرنے کے علاوہ نایاب قلمی کتابیں۔ دواوین پشتو و دیگر اخلاقی تمدنی تاریخی مذہبی رسالوں کی اشاعت اپنا نصب العین قرار دیتی۔ شکر ہے۔ کہ اس ملکی اور مذہبی خدمت کی انجام دہی کیلئے افغان کمپنی قائم ہو چکی ہے جس کا سرمایہ پچاس ہزار روپیہ اور دو ہزار حصے مقرر ہو چکے ہیں۔ فی حصہ مبلغ پچیس روپیہ پڑتا ہے مبلغ پانچ روپیہ درخواست کے ساتھ فی حصہ پیشگی وصول کی جاتی ہے باقی رقم بالاقساط بوقت ضرورت۔ عنقریب مذکورہ کمپنی باضابطہ لمیٹڈ ہو جائیگی۔ حصے نہایت سرعت کے ساتھ فروخت ہو رہے ہیں۔ آپ کے روپیہ کا اس سے بہتر اور کونسا مصرف ہو سکتا ہے۔ کہ کمپنی کے منافع میں حصہ دار اور قومی خدمت کی انجام دہی میں شریک رہیں۔ درخواست جلد بھیج کر اپنی قومی ہمدردی کا عملی ثبوت پیش کیجئے مفصل قواعد و ضوابط دفتر افغان سے طلب فرمائیے۔

اجرت اشتہارات

اندازِ صفحہ	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
چوتھائی	۴عہ	ے	۸ہر	۸عہ
نصف	۴عہ	۸صہ	۸عہ	عہ
سالم	للعہ	۸عہ	عہ	صہ

شرح چندہ افغان خود مختار والیان ریاست و امرائے علایا۔ عوام سے کمل سالانہ للعہ طلبہ سے صرف نصف چندہ لیا جائیگا۔ فی پرچہ چھ آنے۔

جلد ۱ شعبان و رمضان ۱۳۴۴ھ **فہرست مضامین** نمبر ۲ و ۳ مارچ و اپریل ۱۹۲۶ء

رساله افغان

(از جناب علی حیدر شاه صاحب منشی فاضل ساکن طورو)

نیک خصلت، خه شرافت شته دَ افغان — کل جهان کښې لوئي عزت شته دَ افغان

ننګ په ننګ دَ مضامینو "مرغلرے" — قسم قسم دا دولت شته دَ افغان

میان ملا و دنه په څ ستر که نظر که — دَ پښتون زړه کښې الفت شته دَ افغان

که کابل دے که غزني. که قندهار دے — سوات په سمر اشاعت شته دا فغان

هر سړے ورته ولاړ لاس په نامه دے — په سرحد داسیادت شته دَ افغان

داافغان دے که امانِ افغان غواړے — په هر چا لوئے سیاست شته دَ افغان

زمیندار پڼینګ په شان غوړیږي — دَ مشعل هسې لمعت شته دَ افغان

په تبلیغ دَ اتحادِ مشرقي دے — خه داسې داعادت شته دَ افغان

که همدرد یا همدم په جهان کوړے — افغان کوره داخصلت شته دَ افغان

په پیسه بانډ خه کار دَ افغان نشته — په وطن داجمعیت شته دَ افغان

هم لیډر هم رهنما دَ خلافت دے — داسې شان داسې شوکت شته دَ افغان

په اظهار دَ حقیقت کښې دلاور دے — صداقت هم شجاعت شته دَ افغان

که پرتاب دیره زیب رساله کو دے — بلخواه نه داصورت شته دَ افغان

په حکمت کښې افلاطون دَ زمانے دے — دَ بهیشم غوندې طاقت شته دَ افغان

دَ ملاپ عذب البیان لوئے واعظ دے — هیڅ شک نشته علمیت شته دَ افغان

کاکاخیل دپیر دَ خیال نیوے که کړي — چه په لاس ئې ادارت شته دَ افغان

آزاد ګل دے لکه ګل تازه تل اوسي
چه په ده زیب و زینت شته دَ افغان

دَ افغان مدحت سرائے "ذه خوار خاکسار یم" — چه نرسو دا عذوبت شته دَ افغان

اِضاءۃ النیران

جمعیۃ العلماء صوبہ سرحدی

(ایڈیٹر کے قلم سے)

یہ امر روز روشن کی طرح صاف ظاہر ہے۔ کہ اختلاف طبائع انسانی کا اثر فقط اُن کے حالات مزاج و کیفیاتِ جسمانی تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ تفاوت عقول و تاثراتِ روحانی کی متضاد حالتیں بھی اسی اختلاف کے نتائج و ثمرات ہیں۔ تراکمِ خیالات۔ تشعبِ آراء و اختلافاتِ اہوا کا تحقق ہر طالب حق کے لئے مشاعلِ راہ ہیں۔ کائناتِ عالم کے اس عظیم الشان اختلاف پر غائر نظر ڈالنے کے بعد عقلِ نارسا اس نتیجہ پر پہنچتی ہے۔ کہ خیر و شر میں امتیاز کرنے اور حسن و قبح جانچنے کے لئے انسانی ادراک کسی حالت میں کافی و وافی نہیں ہو سکتا۔ ہزارہا رموزِ فطرت عقل نارسا کی پرواز سے بلند تر اور فکر نا آشنا کی دسترس سے بالا تر ہیں۔ امم مختلفہ میں بعثتِ انبیا کا خاص سبب یہی تھا۔

انسانی مشاجرات وفتن کو دبانے والا صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا مکمل قانون وہی ہو سکتا ہے جس کو خداوند قدوس نے مختلف عصور میں اپنے صداقت شعار ملہموں پر نازل فرمایا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط	اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔ ان کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اور کافروں کا دوست شیطان ہے۔ جو انکو روشنی سے اندھیرے کی طرف نکالتا ہے۔

جب یہ امر منقح ہوگیا۔ کہ عالم کون و فساد کا ہر فرد روحانی امراض کے معالجہ میں موسسین ملت و بانئین مذہب کی ہدایت کا محتاج ہے۔ اور اسی بنا پر انبیاء کرام نشر و توزیع الاحکام کے لئے یکے بعد دیگرے مبعوث ہوتے رہے۔ اور ملاء سفلی کی اصلاح و فلاح میں کوشاں رہے۔ تو لامحالہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ انبیائے کرام کے بعد اس روحانی سلسلے کو نباہنے والے علماء امت ہیں۔ جن کی وساطت سے بھٹکتے ہوئے بندوں اور کثافت آلود انسانوں کو پوری پوری ہدایت نصیب ہو سکتی ہے۔ یہی وہ مقدس جماعت ہے۔ جو عوام کالانعام کی اصلاح و فلاح ان کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور دنیا کے ظلمت کدہ میں توحید کا ڈنکہ بجاتے ہوئے گم گشتوں کو صراط مستقیم پر چلانے کے ذمہ دار ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ط	اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے۔ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتی رہے۔ اور اچھے کام کرنے کا حکم دیتی رہے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ نجات حاصل کرنیوالے ہیں۔

مگر افسوس آج وہ زمانہ آگیا ہے۔ جسکو شریعت کی اصطلاح میں فتن کقطع اللیل المظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عامۃ المسلمین نے بباعث جہالت اعتصام بحبل اللہ چھوڑ دیا۔ علمائے امت ادائے فرائض میں کما حقہ سعی نہیں کرتے۔ صفحۂ ہستی پر کوئی ایسی نحوست اور گمراہی نہیں ہے۔ جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو۔ کوئی شقاوت اور تباہی نہیں ہے۔ جو امت مرحومہ میں نہ پھیل چکی ہو۔ ہر شخص نفس پرستی میں مشغول ہے اور صادق و مصدوق فداہ روحی کا ارشاد

اِذَا رَاَيْتُمْ اعجاب كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكُمْ بِاَنْفُسِكُمْ	جس وقت ہر شخص کو اپنی رائے پر مغرور دیکھا تم نے۔ تو تمہیں اپنے نفسوں کی اصلاح و حفاظت کرنی چاہئے۔

حرف بحرف پورا ہوگیا ہے۔ وہ وقت بھی آگیا جس میں بمصداق حدیث بَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا زمین کی تہ مسلمانوں کے لئے اس کی سطح سے بہتر ہوگئی ہے۔ اعتقاد کی رو سے بھی مسلمانوں کی حالت یصبح مومنا و یمسی

کافر اصبح کو مومن اور شام کو کافر کے مطابق ہو چکی ہے۔ ان تمام مفاسد کا اصلی سبب یہی ہے۔ کہ علمائے اسلام نے فریضۂ تبلیغ کو وراءظہورہم پھینک دیا ہے۔ بلکہ پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی نکل رہا ہے کہ آج اہل اسلام دنیا بھر کی برائیوں کی تلچھٹ بن رہے ہیں۔ بلکہ مہذب اقوام عالم میں شمار کئے جانے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ ان علماء سوء کو یاد نہ رہا۔ کہ بفحوائے حدیث مبارک

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ | جو شخص کسی عالم سے کوئی بات دریافت کرے۔ اور باوجود جاننے کے وہ اسے چھپائے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُسکے منہ میں آگ کی لگام ڈالے گا۔

قیامت کے روز ان کی کیا گت ہوگی۔ فی الحقیقت بدترین خلائق اور شر البریہ وہی عالم ہیں۔ جو اپنے علم کی نشر و اشاعت سے غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے علما کی نسبت صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ط

وہ لوگ جو ان صاف حکموں اور ہدایت کی باتوں کو چھپاتے ہیں۔ بعد اسکے کہ ہم نے انہیں نازل کیا۔ اور کتاب میں لوگوں کو صاف صاف سمجھا دیا۔ ان پر خدا لعنت کرتا ہے۔ اور سب کرنیوالے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی حالت درست کرلی اور صاف صاف بیان کردیا تو انکی توبہ ہم قبول کرتے ہیں۔ اور ہم بڑے قبول کرنے والے مہربان ہیں

علمائے اسلام کا فرض تو یہی تھا۔ کہ وہ اپنی ساری عمر اعلاء کلمۃ الحق میں صرف کرتے۔ مگر ان لوگوں نے کتاب و سنت کی ان تصریحات کی کچھ پرواہ نہ کی اور علم کو چھپانا شروع کر دیا۔ ان کے دلوں پر جمود و خمود کا استیلا ہو گیا۔ اب نوبت یہانتک پہنچ گئی ہے۔ کہ آج صحیح رنگ میں اسلام کا ایک مبلغ نظر نہیں آتا۔ البتہ قصاصوں اور دنیا پرست واعظوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ جو خود اخلاقی و مذہبی اعتبار کی بنا پر اسلام سے کوسوں دور ہیں وہ اوروں کی ہدایت کیا کرسکتے ہیں

ان تمام مفاسد کا اصلی سبب یہ ہے۔ کہ علما میں باہمی اتفاق اور رواداری نہیں۔ ان کا کوئی لائحہ عمل اور نظام نہیں۔ دن رات تفسیق و تکفیر کے بکھیڑوں میں پھنس چکے ہیں۔ حرص و آز کے مجسمے ہیں۔ دنیاوی مال و منال کیلئے ذلیل سے ذلیل فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بغض و عناد کے جراثیم ان کی رگوں میں سرایت کر چکے ہیں۔ دنیوی معاش کا کوئی وطیرہ انہیں معلوم نہیں۔ ایک طرف تو ان کے اعمال و افعال دین قیم سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اور دوسری طرف یورپ کی ظلمت مآب روشنی عوام کو مذہب سے بے نیاز کر چکی ہے۔ جس کی بدولت اسلام کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا

ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ارشاد العلی کا یومن علیہ الفتنۃ کا پورا پورا ظہور ہوگیا ہے۔

اب صرف یہ سوال ہے۔ کہ آخر اس غفلت و لاپروائی کی کوئی حد بھی ہے۔ کیا موجودہ ذلت و نکبت کا کوئی علاج بھی جا سکتا ہے؟ کیا زمانے کے انقلابات نے اب بھی علماءِ اسلام کو خوابِ غفلت سے نہیں جگایا؟ اگر یہ سب کچھ ہے۔ اور یقیناً ہے۔ تو پھر ان تمام خرابیوں کے مٹانے کی اس کے سوا کیا صورت ہوسکتی ہے۔ کہ سب سے پہلے صوبۂ سرحد میں جمعیۃ العلما کا سنگ بنیاد نصب کیا جائے۔ اور اس کا تعلق جمعیۃ العلماء ہند سے کرکے اپنی شیرازہ بندی کی کوشش کیجائے۔

ہاں! اب زمانے کا رنگ بدل گیا ہے۔ اور وقت آگیا ہے۔ کہ علمائے اسلام جمود اور خمود کا لبادۂ گراں اپنے کندھوں سے اتار پھینکیں۔ اور انبیائے کرام کے سچے جانشین بن کر کمرہمت باندھیں۔ اور خود متحد ہوکر اسلام کے بکھرے ہوئے شیرازہ کے اجتماع میں متفقہ طاقت سے کام لیں۔ امتِ مرحومہ کی حالتِ زار پر رحم کریں۔ اور ذاتی مناقشات باہمی ملوثات کو یک لخت موقوف کرکے اسلام کے سچے اصول اور بہترین تعلیم کی پابندی پر عوام و خواص کو مجبور کرنے کی کوشش کریں۔ ایسی صورت میں بھی اگر کوئی دین کا دشمن علمائے اسلام کی متفقہ صدا پر کان نہ دھرے۔ یا دھیان نہ رکھے۔ تو علمائے کرام اپنے مذہبی فریضہ سے سبکدوش سمجھے جائینگے قابل ہونگے۔ اور اس ظالم و سکیرہ کے ساتھ خدا ہی بہتر فیصلہ کریگا۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ط

اور ہدایت ظاہر ہوجانے کے بعد جو شخص رسول اللہ کی مخالفت کریگا اور اس راستہ پر چلے گا۔ جو مومنین کا نہیں ہے۔ ہم اس کو اسی راستہ چلائے جائیں گے۔ اور اس کو جہنم میں داخل کرینگے۔ اور وہ بُری جگہ ہے۔

ہمیں اچھی طرح یاد ہے۔ کہ فدائے اسلام بابو سلطان محمد صاحب (خدا انہیں قیدِ فرنگ سے نجات دے) کی بے لوث دیاکوشش کی بناپر ۷ اپریل ۱۹۲۱ء کے عظیم الشان جلسہ میں جمعیۃ العلماء صوبہ سرحدی کا سنگِ بنیاد نصب کیا گیا تھا۔ مگر نہایت حسرت و افسوس کا مقام ہے کہ اسکی گرفتاری کے بعد جمعیت کا دستور العمل کوئی نہ نباہ سکا۔ اور نہ عملی طور پر کسی قسم کی کارروائی ہوسکی۔ اب جبکہ غیور و باحمیت مسلمانانِ پشاور نے جمعیۃ العلماء ہند کو آئندہ سالانہ اجلاس صوبہ سرحد میں منعقد کرنے کی دعوت دے کر اپنی فرض شناسی اور دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ تو اس اہم موقعہ پر تمام علمائے صوبۂ سرحد کو بیش از پیش شرکت کرنی چاہیئے۔ تاکہ ایک لائحہ عمل مرتب کیا جائے۔ اور آئندہ اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے صحیح معنوں میں ملک و ملت کی سچی خدمت ادا کرسکیں۔

ہمیں توقع ہے۔ کہ جمعیۃ العلمائے ہند بھی "اس خلوص و محبت کی بناپر جو انہیں مسلمانانِ سرحد کے ساتھ وابستہ ہے" ہماری درخواست صدا بہ صحرا ثابت نہ ہونے دیگی۔ اور اپنے قدومِ میمنت لزوم سے یہاں کے مقامی علماء میں بیداری کے آثار پیدا

جبر میل

(از جناب "خانصاحب" غلام سرور خاں صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول مردان)

یوں تو ہر ایک صحیح النسب افغان صاف گوئی۔ تہور۔ دینداری اور شرافت کا پتلا ہوتا ہے۔ اور ننگ و حمیت کے معاملہ میں جان لینا یا دینا اس کی نظروں میں ایک معمولی سی بات ہے۔ تاہم آج ناظرینِ افغان کی ضیافتِ طبع کے لئے افغانوں کے چند مخصوص رسومات و عادات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے ناظرینِ کرام ان کی بہادری اور جان نثاری کا اندازہ بآسانی لگا سکیں گے۔

آج کل تو توپ و تفنگ کی ایجاد نے بہت بڑی حد تک انسان کو حقیقی شجاعت اور سچی بہادری کے امتحان سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور جہاں کہیں معرکہ کا بازار گرم ہو گیا۔ ایک انسان کسی مورچہ میں محفوظ بیٹھ کر مشین گن اور توپ کے فلک پیما فیروں سے ہزارہا دشمنوں کو لمحہ بھر میں فضاءِ ہوا میں کالعہن المنفوش بنا سکتا ہے مگر وہ زمانہ جس میں نہ قلعہ برانداز ڈائنامیٹ کا مصالحہ تھا۔ اور نہ بم کے زمین دوز گولے صواعق ریز تھے۔ اور نہ سکہ و بارود کی تباہی انگیزیوں کا کسی کو علم تھا۔ بلکہ میدانِ جنگ میں کسی شخص کی شجاعت و دلاوری کا واحد ذریعہ سنان اندازی اور شمشیر بازی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اسی سلسلے میں ہم بہادر افغان کو ناموری اور شہرت کے آسمان پر تابانی و درخشاں دکھانا چاہتے ہیں۔

زمانۂ ماضی میں افغان بہادروں کو ہمیشہ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنا مرغوب خاطر رہا ہے۔ جس کا بس چلتا ایک اچھا خوبصورت گھوڑا پالتا تھا۔ سبزی مائل سفید رنگ کالے نقطہ والا گھوڑا اصیل اور نامی گنا جاتا تھا۔ اور ایسے

(بقیہ صفحہ ۲۲) کرنے کی کوشش کرے گی۔ اخیر میں ہم مسلمانان پشاور سے بھی مستدعی ہیں۔ کہ وہ اس اہم موقعہ پر تمام علمائے صوبۂ سرحد کو دعوت دیں۔ اور ان کا باہمی نظام قائم کر کے جمعیۃ العلماء ہند سے ملا دیں۔ تاکہ تمام علما ایک ہی ضابطہ میں منسلک ہو جائیں۔ اور صوبۂ سرحد میں قضا کے محکمہ۔ اسلامی اوقاف کی حفاظت بیت المال کا افتتاح وغیرہ ضروریات کا مکمل انتظام کرتے ہوئے ملک و ملت کی بڑی رہنمائی کا فخر حاصل کریں۔ وارفتگانِ جہالت کو خواب غفلت سے جگا کر شاہراہِ ترقی پر لگائیں ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

گھوڑے پر سواری کا فخر صرف غازی۔ بادشاہ یا جرنیل کو حاصل ہوتا تھا۔ جس کی بہادری جرأت شہرۂ آفاق ہوتی تھی۔

افغانوں میں یہ رسم رائج تھی۔ کہ کتم عدم سے جو بچہ صفحۂ ہستی پر جلوہ افروز ہوتا تھا۔ تو سب سے پہلے اسکے حلق میں اس پانی کی بوندیں ٹپکائی جاتی تھیں۔ جو تلوار کی نوک کو کسی برتن میں گھسانے سے حاصل کی جاتی تھیں۔ لڑکپن ہی سے اپنے ہمعصروں کی صحبت میں بیٹھ کر بہادروں کے قصے سنتے اور سناتے تھے۔ جس کی وجہ سے لازمی طور پر شجاعت کا جذبہ اور تہور کا ہیجان ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتا تھا۔ اور اس کی طبعی رغبت شجاعت و ناموری کی طرف ہو جاتی تھی۔

کوئی پیادہ جب کسی لڑائی میں نام پیدا کر لیتا تھا۔ تو گھوڑے کی سواری کی مشق کرنے لگ جایا کرتا تھا۔ نیزہ بازی اور شہسواری میں جب کمال حاصل کر لیتا تھا۔ تو بطور اعزازی و امتیازی نشان کے اپنے نیزے کے سرے پر سرخ پھندنا لگا لیتا تھا۔ اور انتہائی عروج و کمال کے درجہ پر پہنچکر کالے پھندنے سے اپنی ہیبت و رعب کا سکہ دوسروں کے دلوں پر جما لیتا تھا۔

پیادہ پا لڑائی میں چونکہ تلوار سے کام لینے کی زیادہ ضرورت رہا کرتی تھی۔۔ اس لئے یہ قاعدہ مقرر تھا۔ کہ جس تلوار سے پورے ایک سو دشمنوں کا سر کاٹ لیا جاتا تھا۔ تو وہ ہمیشہ کیلئے آرام پانے کے خیال سے خاک میں دفن کی جاتی تھی اور دفنانے کی رسم بڑی دھوم دھام سے ادا کی جاتی تھی۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ کہ افغانوں میں ایسے ایسے بہادر سورما ہو گذرے ہیں جنہیں تین تین تلواریں دفنانے کا فخر حاصل ہوا ہے۔

سوار شجاع کی ناموری جب دور و دراز پھیل جاتی تھی۔ تو اُسے نیزہ کے علاوہ دو تلواریں باندھنے کی عزت بھی حاصل ہوتی تھی۔ دائیں بائیں دو تلواریں باندھے لڑائی لڑتا تھا۔ اور تلواریں سونت کر حملہ کرتے ہوئے تلواروں کی پیاس دشمنوں کے خون سے بجھا لیتا تھا۔

افغانی شجاعت اور بہادری کا انتہائی معراج یہ تھا۔ کہ تمام قوم کے معمر اور سنجیدہ بزرگ جمع ہو کر ایک عظیم الشان اجلاس میں بالاتفاق اسے ایک طبل سے سرفراز کرتے تھے۔ جو اس کی مسلمہ شجاعت اور بہادری کا زبردست نشان سمجھا جاتا تھا۔ پھر جب کہیں جنگ و جدال کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔ تو اس قسم کا اعزازی بہادر جوش و خروش کے ساتھ قومی غزلیں گاتا ہوا میدانِ جنگ میں شامل ہونے کے لئے روانہ ہو جاتا تھا۔ جس کی آمد کے اعلان سے دشمنوں کے دل دہل جاتے تھے۔ بلکہ بسا اوقات مقابلے سے پہلے راہِ فرار اختیار کر لیتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی قوموں کی شجاعت کا یہی معراجِ ترقی تھا۔ جس کی بدولت شاہی درباروں تک ان کی رسائی ہو جاتی تھی۔ اور بڑے بڑے جنگوں میں نام حاصل کرنیکے بعد شاہی دربار سے جرنیل کے خطاب سے سرفراز ہو جاتے تھے جسے آجکل کی اصطلاح میں نائٹ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جرنیل افغانی شجاعت و شرافت کا ایک نمونہ ہوا کرتا تھا۔ جو ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں تن تنہا بہادری کے جوہر دکھاتا تھا۔

تشحیذ الاذہان

(میاں محمد شاہ صاحب کاکاخیل کے قلم سے)

عنوان بالا کے متعلق اگرچہ ہمارے پاس مختلف موافق و مخالف خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ مگر فی الحال ہم ان پر کسی قسم کی رائے زنی نہیں کرنا چاہتے۔ البتہ اس قدر بتائے دیتے ہیں۔ کہ فریق مخالف کی بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ "دورِ جدید کی ہوا میں مذہبی مباحثے یا تفرقہ انگیز مناقشے اسلامی شیرازہ کو درہم برہم کرنے کے وسائل و ذرائع ہیں۔ جن سے اجتناب ہی اچھا ہے۔ اس وقت اصلاح و تنظیم کیلئے اپنے تمام قوٰی خرچ کرنے کی اشد ضرورت ہے"۔

بہرحال ہم اپنے مخلص اور دُور اندیش معاونین کے مشورہ پر عملدرآمد کرتے ہوئے اِس عنوان کو خالص مذہبی و ادبی رنگ میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور ناظرین کرام سے استصواب کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے قیمتی خیالات سے ہمیں مطلع کریں۔

[مدیر]

(۱)

ایک دفعہ دو آدمیوں نے کسی قریشی عورت کے پاس ایک سو دینار بطور امانت رکھے۔ اور کہنے لگے۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے آ کر مطالبہ نہ کریں۔ تب تک ہم میں سے کسی ایک کو کچھ نہ دیا جائے۔ ایک سال کے بعد ان میں سے ایک شخص آیا۔ اور اپنے ساتھی کی وفات کا تذکرہ کر کے امانت مانگنے لگا۔ مؤتمنہ پہلے تو انکار کر گئی۔ مگر بعد کو اس کے پے در پے تقاضوں اور پڑوسیوں کی چہ میگوئیوں سے مجبور ہو کر رقم مذکورہ اس کے حوالہ کر دی۔ تھوڑی مدت کے بعد دُوسرا شریک بھی آیا۔ اور امانت طلب کرنے لگا۔ مؤتمنہ نے ہر چند اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ یہاں تک کہ مقدمہ مذکورہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش ہُوا۔ آپ تمام تنازعہ کو غور و خوض سے سننے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ گئے۔ کہ ان دونوں نے مؤتمنہ کے ساتھ مکر و فریب کھیلا ہے۔

———

حضرت علیؓ :- [مدعی سے] کیا تم دونوں نے امانت رکھتے وقت واقعی یہ کہا تھا۔ کہ ہم میں سے کسی ایک کو کچھ نہیں دینا چاہیئے۔

مدعی :- ہاں اسد اللہ! ہمارے درمیان یہی معاہدہ طے ہو چکا تھا۔ اور اسی لئے تو مدعا علیہا پر سب مجھے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

حضرت علیؓ :- بہت اچھا۔ میں آپ کے حق میں فیصلہ صادر کرتا ہوا شرع شریف کے حکم سے مدعا علیہا کے ذمہ متنازعہ امانت واجب الادا ٹھیراتا ہوں۔ البتہ ادائیگی کے لئے آپ کے دوسرے شریک کی حاضری بھی ضروری ہے۔ کیونکہ آپ بھی اس وقت اکیلے ہیں۔ اور انفرادی حیثیت سے اس کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

حضرت علی کے فیصلے سے مدعی ہکا بکا رہ گیا۔ (سماک ابن حرب)

---

(۲)

امیر المومنین حضرت عمرؓ کے عہد سعدلت مہد میں مغیرہؓ ابن شعبہ "بحرین" کے حاکم اعلیٰ مقرر کئے گئے تھے۔ وہاں کے شرارت پسندوں نے آپ کے برخلاف بے شمار جھوٹی شکائتیں کیں۔ اگرچہ مصلحت وقت کی بنا پر آپ کو مستعفی بھی ہونا پڑا۔ مگر لوگوں کے دلوں پر آپ کے دوبارہ حاکم مقرر ہونے کا خوف برابر طاری تھا۔ آخر کار ایک خفیہ اجلاس میں بالاتفاق یہ تجویز پاس ہوئی۔ کہ ایک لاکھ دینار کی خطیر رقم جمع کر کے کسی شخص کے ذریعے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا کر یہ ظاہر کیا جائے۔ کہ مغیرہ ابن شعبہ نے دوران حکومت میں خیانت کر کے رقم مذکور اس کے پاس جمع کر رکھی تھی۔ جو بیت المال میں داخل کرانے کے لئے اب امیر المومنین کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس تحریک کو جامۂ عمل پہنایا گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس ایک قاصد کے ہاتھ رقم مذکورہ بھیجی گئی۔

حضرت عمرؓ (مغیرہؓ ابن شعبہ سے) آپ سن رہے ہیں۔ یہ قاصد کیا کہتا ہے۔

مغیرہؓ ابن شعبہ :- (تبسم آمیز لہجہ میں) خلیفۃ المسلمین! یہ شخص جھوٹا ہے۔ میں تو دو لاکھ دینار اسکے پاس رکھ آیا ہوں۔

حضرت عمرؓ :- یہ کیوں؟

مغیرہؓ ابن شعبہ :- بال بچوں کے نان و نفقہ سے مجبور ہو گیا تھا۔

حضرت عمرؓ: (قاصد سے) اچھا تو باقی رقم بھی لاؤ۔

قاصد: (سراسیمگی کی حالت میں) توبہ۔ توبہ۔ خدا کی قسم اس نے تو ایک حبہ بھی مجھے نہیں دیا ہے۔

مغیرہؓ: الحمدللہ حقیقت کھل گئی۔ واقعی اس شخص نے جھوٹ بولا۔ اور اسی وجہ سے میں نے بھی اسے شرمندہ کرنا چاہا۔

(چراغ کذب را نبود فروغ)

---

(۳)

ایک غیور اور پرہیزگار شخص نے اپنی حسین و جمیل لڑکی کا نکاح کسی رشتہ دار کے ساتھ کیا۔ اور اُسکے بود و باش کیلئے گھر کے احاطہ میں ایک علیحدہ صومعہ بنا دیا۔ جسکے اندر وہ اغیار و اجانب کی نگاہوں سے اوجھل رہتی تھی۔ اتفاقاً کہیں اسکی آنکھیں کسی رنگیلے نوجوان کے ساتھ دوچار ہوگئیں۔ اور دونوںکے دلوں میں عشق و محبت کی آگ سلگنے لگی۔ بیچارے دل باختہ عاشق نے ملاقات کیلئے بہت کوشش کی۔ مگر کوئی سبیل نکال نہ سکا۔ بڑی سوچ بچار کے بعد ایک لڑکے کو مندرجہ ذیل شعر حفظ کرایا۔ اور معشوق کے گھر بھیجدیا۔ لڑکا بھی غضب کا پتلا تھا۔ کھیلتا کودتا گانے لگا ؎

لحی اللہ من یلحی علی الحب اھلہ ٭ ومن یمنع النفس اللجوج ھواھا (خدا اسے دور کرے۔ جو اہل محبت کے دور رکھنے کا ذریعہ ہو اور

ہونہار لڑکی اس شعر کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی۔ چونکہ اسکا خاوند سفر پر جانیکی تیاری کر چکا تھا۔ اسلئے جواباً کہنے لگی ؎

الا انما بین التفرق لیلۃ
وتعطی نفوس العاشقین مناھا

(خبردار رہو۔ جدائی کی صرف ایک ہی رات باقی ہے۔ اسکے بعد عاشقوں کو اپنی خواہشات پورا کرنیکا موقعہ مل جائیگا)۔ اس کی والدہ نے جب سنا تو بے ساختہ کہہ اٹھی ؎

الا انما تغنون ناقۃ رحلکم
فمن کان ذا فوق لدیہ رعاھا

شاید تمہارا دعا سفر کی اونٹنی سے وابستہ ہے۔ پس جو کوئی اس کے پاس رہیگا۔ وہی اُسے چرائے گا۔

والد صاحب بھی حقیقت کو تاڑ گئے اور کہنے لگے ؎

فانا منرعاھا ونوثق قیدھا
ونطرد عنھا الوحش حین اتاھا

پس ہم اسے اچھی طرح باندھ کر چرائیں گے۔ اور جنگلی حیوانات جنگلی جانور بھگائیں گے۔

جب خاوند کے کانوں تک اس شاعرہ کی صدائیں پہنچیں۔ تو ارشاد فرمانے لگے ؎

سمعت الذی قلتم فہا انا مطلق
فتاتکم مھجورۃ لبلاھا

جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں نے غور سے سنا۔ پس میں تمہاری نوجوان لڑکی کو اس کی کرتوت کی وجہ سے چھوڑتا ہوں۔

معارف القرآن

(ایڈیٹر کے قلم سے)

گذشتہ سے پیوستہ

مسٹر کارلائل صاحب لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"قرآن کی بدولت ایک صدی کے اندر اندر عرب کے ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی ہوگئی۔ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی۔ جس کو اندھیرے میں کس مپرس ریگستان نے زور شور سے اڑ جانے والی بارود کی طرح نیلے آسمان پر اٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا"۔

اس قسم کی ہزارہا ایسی شہادتیں موجود ہیں۔ جن کی رُو سے بے اختیار ہر ذی فہم انسان کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ صفحۂ ہستی پر اگر منجانب اللہ کسی کتاب کا نزول صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔ تو قرآن حکیم اپنے مافوق العادۃ رشد و ہدایت کی بنا پر اس زمرہ میں سب سے اعلیٰ اور مقدم ہے۔

اس مقدس صحیفہ نے چمکتے ہوئے آفتاب۔ برستے ہوئے پانی اور اگتی ہوئی روئیدگی کو جابجا مظاہر قدرت قرار دیتے ہوئے پرستاران مادہ کو توحید کا سبق سکھا دیا ہے۔ سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے خرابات کو قہر الٰہی کے نشانات بتلاتے ہوئے سرکش اور نافرمان بندوں کو عقوبت الٰہی سے ڈرا دیا ہے۔ بت پرستی۔ دروغ گوئی۔ ناانصافی۔ غرور۔ انتقام۔ غیبت۔ استہزا۔ طمع۔ فضول خرچی۔ حرام کاری۔ بدگمانی۔ شہوت پرستی اور خیانت وغیرہ کی نہ صرف مذمت کی۔ بلکہ ان اعمال کو خلاف فطرت ٹھیراتے ہوئے قابل عذاب بتایا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں خدا ترسی۔ کفایت شعاری۔ راست بازی۔ عالی ہمتی۔ صلح پسندی۔ تقویٰ داری کو سچی ایمان داری کی بنیاد اور مومن صادق کی نشانی قرار دے چکا ہے۔

کسی جگہ اگر خداوند لایزال کی تقدیس کرتے ہوئے پانی کی پُرشور شورشوں اور پرندوں کے دلگداز نغموں کو تحمید و تقدیس کے راگ سے تعبیر کیا ہے۔ تو کہیں تھم تھم کر چلنے والی ہواؤں اور سرسبز و شاداب وادیوں میں قدرت کی

نیرنگیوں کا نظارہ پیش کیا ہے۔ کہیں اگر گم گشتگانِ بادیہ جہل کو شمع توحید کی روشنی سے منزلِ مقصود تک پہنچنے کیلئے شاہراہِ عمل کا نشان موجود ہے۔ تو کہیں روزمرہ اعمال و افعال سے لیکر روحانی نجات تک تمام امور کو سلکِ ضابطہ میں منسلک کر دیا ہے۔ کسی جگہ اگر خدا کی عظمت و جبروت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی عبادت کا طریقہ سکھا دیا ہے۔ تو کہیں اصنام و صنادید کی ناتوانی اور بے بسی کا مرقع کھینچتے ہوئے شرک سے اجتناب کی تعلیم دی ہے۔ لیکن بایں ہمہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف صرف ان لوگوں پر منکشف ہوتے ہیں۔ جو تعصب کی بندشوں اور مذہبی جنون خیزیوں سے آزاد ہوں۔ جو دنیا میں صحیح اور فطرتی مذہب کا کھوج لگانے کے متمنی ہوں۔ جن کے دل کثافت آلود ظلمتوں اور معصیت آمود کدورتوں سے منزہ و مبرا ہوں۔ جن کا آئینۂ قلب جوشِ ایمان کی روشنی اور یقینِ کامل کے پرتو سے منور ہو۔ اس کے نہ ختم ہونے والے اسرار و عجائب سے صرف وہی شخص بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔ جس کی روحانی طاقت انسانی تہذیب و تمدن کی آخری منزل تک عروج و ارتقا کر چکی ہو۔ قرآن حکیم نے اس مقصد کا اظہار اس طرح پر کیا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ؏
(سورۃ حٰمٓ)

اور اگر ہم اس کو عربی کے سوا دوسری زبان کا قرآن بناتے۔ تو یہ کفار مکہ ضرور کہتے۔ کہ اس کی آیتیں اچھی طرح کھول کر کیوں نہ سمجھائی گئیں۔ کیا تعجب کی بات ہے۔ قرآن کی زبان عجمی اور ہماری عربی۔ آپ پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ قرآن سراپا ہدایت اور امراض روحانی یعنی شرک بداخلاقی کی شفا ہے۔ اور جو ایمان نہیں رکھتے۔ انکے کانوں میں گرانی اور آنکھوں کے حق میں نابینائی ہے۔ یہ لوگ گویا دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔ اور کچھ سنائی نہیں دیتا۔

وہ لوگ جو روحانی طور پر کمزور ہیں۔ قرآن حکیم کی تیز و تند روشنی کے مشاہدہ کی تاب و توان نہیں رکھتے جیسا کہ چمگادڑ آفتاب کی روشنی سے مستفید ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر قرآن شریف کی اصلاح و فلاح محض پرہیزگاروں اور خدا پرستوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو پھر بت پرستوں اور گنہ گاروں کی رشد و ہدایت کا کیا ذریعہ ہے؟

لیکن غور و تدبر کرنے سے یہ سوال بآسانی حل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رشد و ہدایت کفر و طغیان کا تعلق سعادت و شقاوت کی استعداد سے وابستہ ہے۔ مثلاً آفتاب جہانتاب کی پرنور شعائیں تمام کائنات پر یکساں جلوہ افگن ہیں۔ مگر آئینہ اپنی استعداد و قابلیت کی وجہ سے خود بھی بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ اور در و دیوار کو بھی منور

کردیتا ہے ۔ علیٰ ہٰذا القیاس اشعۂ آفتاب کے انعکاس سے آتشی شیشے میں ایسی آتش فشاں حرارت پیدا ہو جاتی ہے ۔ کہ اپنے مقابل کو جلا کر خاکستر سیاہ کر دیتی ہے ۔ برخلاف اس کے کالے توے میں سطحی روشنی کے علاوہ کسی قسم کی روشنی پیدا نہیں ہوتی ۔ نیز دوزنہ تہ خانوں اور تیرہ و تار غاروں کی تاریکی بھی روشنی نہ پہنچنے کی وجہ سے ہوتی ہے ۔ ٹھیک اسی طرح آفتابِ ہدایت کے روحانی شعلوں سے مستفیض ہونے کیلئے دل کی صفائی اور پاکیزگی لازمی ہے ۔ معاصی و مآثم کے حجب و موانع اگر حائل نہ ہوں ۔ تو اس کی ضیاء تابناک سے نہ صرف انسان کی اپنی روح ہی بہرہ اندوز ہو سکتی ہے ۔ بلکہ خیر مجسم بن کر ظلمت اندوز سینوں سے کفر و طاغوت کی تاریکی بھی ملیامیٹ کر سکتا ہے ۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

اِنَّ اللّٰہَ یتجلی للناس عامۃ و لابی بکر خاصۃ (اللہ تعالیٰ لوگوں کو عام اور ابوبکر کو خاص طور پر تجلی دیتا ہے) ۔ کا مفہوم غالباً یہی ہے ۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

نقصان ز قابل است وگرنہ علی الدوام
فیضِ سعادتش ہمہ کس را برابر است

توحید و رسالت کا یقین خدا اور عاقبت پر ایمان یہ دو اصول جو مذہبی عقیدہ کے اساس اور مذہبی افراد کے نزدیک استدلال و معقولیت کے مضبوط سنگِ بنیاد پر قائم ہیں ۔ قرآن کریم کی پاکیزہ تعلیم کا لب لباب ہیں ۔ جو لوگ معاد یعنی "نشاۃ اخروی" کے منکر ہیں ۔ جن کی نظر میں دنیوی زندگی کا ماحصل تن پروری اور نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ۔ ان کی حالت کا صحیح تذکرہ ان آیتوں میں موجود ہے ۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ط	لوگوں کو دنیا کی مرغوب چیزیں یعنی بیبیاں ۔ بیٹے ۔ سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور عمدہ عمدہ گھوڑے مویشی اور کھیتی پسند خاطر ہو گئی ہیں ۔ حالانکہ یہ تو دنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدے ہیں ۔ اور اچھا ٹھکانہ تو اللہ کے ہاں ہے ۔

لیکن جو لوگ سلیم الفطرۃ اور راستباز ہیں ۔ اسرار کائنات پر غور کر کے اس بات کو سمجھ سکتے ہیں ۔ کہ دنیا میں سب سے افضل و اعلیٰ ذی روح ہے ۔ اور ذی روح میں بھی وہ جو ذی ارادہ اور فاعل بالاختیار ہے ۔ ان میں بھی افضلیت و برتری صرف ان کے حق میں مانی جا سکتی ہے ۔ جن میں مآل اندیشی اور انجام بینی کی قوت موجود ہو ۔ اور یہ صفت

محض حضرت انسان ہی کو عطا ہوئی ہے۔ دوسرے کسی جاندار میں سوچ بچار سے کام لینے اور انجام بینی کی قابلیت نہیں ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا۔ کہ انجام بینی اور مآل اندیشی صرف انسان ہی کا خاصہ ہے۔ تو اب خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اس صفت کے مرحمت کرنے کا خاص سبب کیا ہے؟

ہمارے خیال میں اس سوال کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے۔ کہ خداوند لایزال نے انسان کے واسطے آخرت میں بھی ایک ایسا درجہ مقرر کیا ہے۔ جو کسی دوسری مخلوق کیلئے نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ اگر صرف مصائب و افکار رنج و غم سے بھری ہوئی دنیوی زندگی کے علاوہ انسان کی خلقت کا کوئی اور نتیجہ نہ ہوتا۔ اور اس فنا پذیر زندگی کے بعد اس کی کوئی قابلِ رشک حالت نہ قرار دی جاتی۔ تو بے شبہ ایک کمتر سے کمتر درجہ کا حیوان بھی انسان سے بہت اچھا رہتا۔

پس لامحالہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ حضرت انسان کو مآل اندیشی اور انجام بینی کی قوت اس لئے عطا کی گئی ہے کہ وہ اپنی حالت پر غور کر کے دارِ آخرت کیلئے دنیا میں کچھ توشہ فراہم کرنے کی سعی کرے۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کے وجود میں اپنی حکمت و قدرت کے جو کرشمے ودیعت کئے ہیں۔ وہ بالکل بے کار و بے سبب ہوں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ط	لوگو کیا تم ایسا خیال کرتے ہو۔ کہ ہم نے یوں ہی بیکار تم کو پیدا کر دیا ہے۔ اور یہ کہ تم کو ہماری طرف پھر لوٹ کر نہیں آنا ہے۔

قرآنِ مقدس نے نشأتین یعنے دنیا و آخرت دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مادہ پرست اور غفلت کیش انسان کو بیدار کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ط	اور تم ہمارے پہلے بنانے کو تو جان ہی چکے ہو۔ تو اب کیوں نہیں سوچتے۔ کہ اسی طرح تم قیامت کو بنائے جا سکتے ہو۔

(باقی آئندہ)

حوادث الزمان

جرمنی قاتل کا مقدمہ ۔ کابل ۔ ۲۰ شعبان ۔ ڈاکٹر رواٹر جرمنی کے مقدمہ میں پولیس کی ابتدائی تحقیقات ختم اور عدالتی کارروائی شروع ہوگئی ہے ۔ تاحال دو پیشیاں ہوئی ہیں ۔ مستغیث کی طرف سے شیخ عبداللہ وکیل اور مجرم کی طرف سے ایک جرمنی وکیل کے علاوہ قاری دوست محمد بھی مقدمہ کی پیروی کر رہے ہیں ۔ کارروائی دیکھنے کے لئے سفارت خانوں کے نمائندوں اور ملکی باشندوں کا جم غفیر موجود رہتا ہے ۔ مقتول کے وکیل نے قتل عمد کا دعوےٰ دائر کر دیا ہے ۔ مجرم کے وکیل نے بیان دیا ہے ۔ کہ حفاظت خود اختیاری کے سلسلے میں قتل کا ارتکاب کیا گیا ہے ۔ مدعا علیہ سے گواہ طلب کئے گئے ہیں ۔ (غالباً گواہ بھی سرزمین المانیہ ہی سے بلائے جائینگے ۔ کیونکہ جرمنی سفیر اس کی صفائی میں کوتاہی نہیں کرتا) ۔

اصلاحات کی قرارداد ۔ دہلی ۱۹ مارچ ۔ آج لنچ کے بعد صوبہ سرحد کو اصلاحات دیئے جانے کی قرارداد پر اسمبلی میں بحث شروع ہوئی ۔ سید مرتضےٰ بہادر کی جوابی تقریر کے بعد ووٹ لئے گئے اور قرارداد منظور ہوگئی ۔ (کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے) ۔

چرسی یورپین ۔ چند دن ہوئے کہ ایک یورپین کو جبکہ وہ دو من سے زائد چرس موٹر میں ڈال کر مردان نوشہرہ سڑک پر رات کے ۹ بجے چلا جا رہا تھا ۔ مردان کی پولیس گرفتار کر چکی ہے ۔ اب اس کا مقدمہ پشاور میں زیر سماعت ہے ۔ (دیکھئے کیا سزا ملتی ہے) ۔

مدرسہ تعلیم القرآن نوشہرہ ۔ معلوم ہوا ہے ۔ کہ انجمن تعلیم القرآن نوشہرہ کے سکریٹری عبدالحمید گھڑیسازنے گرانٹ کے لئے جو درخواست دی تھی ۔ وہ منظور ہوگئی ہے ۔ اور مبلغ پندرہ سو ۱۵۰۰ روپیہ کی پہلی قسط وصول بھی ہو چکی ہے ۔ بالفاظ دیگر کہا جا سکتا ہے ۔ کہ جس دارالعلوم پر غریب مسلمانانِ سرحد کئی لاکھ روپیہ خرچ کر چکے ہیں ۔ آخر کار اراکینِ انجمن کی پست ہمتی اور بد انتظامی کی وجہ سے پنجۂ اغیار میں چلا گیا ؎

ہائے وہ دل جس کو پالا ناز سے
تیر مژگاں کا نشانہ ہو گیا

بالشویک ۔ چین میں بالشویک تحریک کی خوب دھوم دھام ہے ۔ ان تمام سرگرمیوں کی حقیقی زد انگریزوں پر پڑ رہی ہے ۔ اڑھائی سو بالشویک طلبا نے قصبہ لاچن میں امریکن ہسپتال پر حملہ کیا ۔ جنگلے اکھاڑ ڈالے اور امریکن جھنڈوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔

شاہ فواد ۔ (قاہرہ ۔ ۱۲ مارچ) شاہ فواد مئی کے آخر میں ملک معظم سے ملاقات کرنے کے لئے جہاز محروسہ پر سوار ہو کر ولایت جائینگے ۔ وہاں آپ حکومت برطانیہ کے مہمان ہوں گے ۔ اس کے بعد آپ پیرس اور روما بھی جائینگے ۔ مگر یہ سیاحت سرکاری حیثیت سے نہ ہوگی ۔

شریعت کا احیا ۔ ۲۸ فروری کو بمقام بام خیل تحصیل صوابی زیر صدارت مولینا شاہ رسول صاحب ایک جلسہ منعقد ہوا ۔ جس میں سرحد کے چند علما بھی شامل تھے ۔ اس جلسہ میں مجلس علیہ شرعیہ کا قیام عمل میں لایا گیا ۔ جو شریعت کے احیا اور ترویج میں کوشاں ہوگی ۔ اور مبلغین کے ذریعے افغانوں کو شریعت اسلامیہ پر کاربند ہونے کے لئے آمادہ کریگی ۔ (خدا کرے عملی طور پر بھی کچھ کیا جائے) ۔

بھوپال کا ولیعہد ۔ لنڈن کی ایک اطلاع کے بموجب وائسرائے کے مکتوب بنام وزیر ہند میں سفارش کی گئی ہے ۔ کہ نصراللہ خاں کے بجائے جو سابق ولیعہد کا لڑکا ہے ۔ بیگم صاحبہ بھوپال کا واحد لڑکا حمیداللہ خاں ولیعہد تسلیم کیا جائے ۔ عنقریب اس مفہوم کا اعلان بھی ہو جائیگا ۔

جہاد ریف ۔ ریف کے علاقے میں مجاہدین کی قوت اور جوش میں نہایت غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے ۔ اور وہ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں فرانسیسیوں اور ہسپانویوں پر غالب آ رہے ہیں ۔

امام ادریسی اور امام یحیٰی ۔ کچھ عرصہ سے امام یحیٰی اور امام ادریسی میں جنگ جاری تھی ۔ لیکن شیخ سنوسی کی کوشش سے اب دونوں میں صلح ہو گئی ہے ۔ ادریسی حکومت نے امام یحیٰی کے مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ حکمران کو معزول کر دیا ہے ۔ اور حدیدہ اور اس کے آس پاس کا علاقہ یمن کے سپرد کر دیا ہے ۔ آئندہ حکومت عسیر حکومت یمن کے ماتحت ہوگی ۔

حکومت عراق اور ابن سعود ۔ جب سر گلبرٹ کیٹن اور سلطان نجد کا معاہدہ عراق پارلیمنٹ میں پیش ہوا ۔ تو اس کی شدید مخالفت کی گئی ۔ اور کہا گیا ۔ کہ عراق انگریزی معاہدہ کا پابند نہیں ہو سکتا ۔ اور اہل حجاز ابن سعود کو ملک الحجاز تسلیم نہیں کر سکتے ۔ تاہم معاہدہ قلیل آرا سے بھی پاس ہو گیا ۔

(جناب کمال حسین شاہ صاحب کاکاخیل کے قلم سے)

گذشتہ سے پیوستہ

جراثیم کیا ہیں۔ اور ہوا کی خرابی میں ان کو کیا دخل ہے۔ یہ ایک قابل توضیح مسئلہ ہے۔ جس کے متعلق متاخرین کی تحقیقات کا خلاصہ پیش کرنا ضروری ہے۔

تعریف۔ جراثیم سے مراد وہ چھوٹے چھوٹے کرم ہیں۔ جو بہت ہی طاقتور خردبینوں کی مدد سے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا۔ کہ برسات کے موسم میں چراغ کے پاس ہزاروں ننھے ننھے کیڑے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور اطراف و اکناف کے چھوٹے چھوٹے حیوانات گیس کے گرداگرد چکر لگاتے ہیں۔ یہ سب حقیقت میں بڑے بڑے جراثیم ہیں۔ جو گیس کے ساتھ اپنے عشق و محبت کا ثبوت دے رہے ہیں۔

شربت کی بوتل میں جالا پڑ جانا۔ بند اور گندے پانی پر سر سبز کائی جم جانا۔ روٹی میں پھپھوندی لگ جانا گندھے ہوئے آٹے کا خمیر ہونا سب جراثیم ہی کے کرشمے ہیں۔ دودھ کی خرابی۔ گوشت کی بدبوئی و دیگر اشیائے خوردنی کے تغیرات سب ان کی بدولت ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ کارخانۂ قدرت میں ہر جگہ ان کی اس قدر کثرت و بہتات ہے۔ کہ الحفیظ و الامان۔ ایک طرف اگر ہوا کی غیر محدود فضا ان کی جولانگاہوں کا مرکز بن گیا ہے۔ تو دوسری جانب سطح آب پر بھی ان کا تسلط و اقتدار ہے۔ کہیں اگر صفحۂ ارض کے علاوہ اس کی گہرائیوں میں سکونت پذیر ہیں۔ تو کہیں سرسبز و شاداب پودوں کے درمیان گھس کر ان کے ساتھ چمٹ گئے ہیں۔ ہم کو خبر تک نہیں۔ حالانکہ ہر روز بے شمار جراثیم ناک اور منہ کے راستے ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں اور بدن کی ظاہری جلد تو ان کا نرم اور گرم بستر ہے۔

محققین کا اندازہ ہے۔ کہ ایک قطرۂ شیر میں ہزاروں اور ایک بوند آب غلیظ میں لاکھوں جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی غلیظ اور خراب پانی خشک ہو جاتا ہے۔ تو اس کے جراثیم ہوا میں اڑنے لگ جاتے ہیں۔ اور

مراض کا باعث بن جاتے ہیں۔ ہوا میں ان کی کثرت کا یہ حال ہے۔ کہ ایک شہری باشندے کے پھیپھڑوں میں فی گھنٹہ بالاوسط چودہ ہزار جراثیم براہِ تنفس داخل ہوتے ہیں۔

سورج کی شعاع کو کسی سوراخ سے گزرتے ہوئے اور کمرے کو روشن کرتے ہوئے آپ نے اکثر دیکھا ہوگا۔ کہ چھوٹے چھوٹے ذرات ہوا میں تہ و بالا ہو رہے ہیں۔ انہیں ذرات میں لاکھوں کروڑوں جراثیم پھرتے ہیں۔ کھلی ہوا کی نسبتاً بند اور گنجان آبادی کی ہوا میں اور فوقانی طبقے کی نسبت تحتانی حصے میں خصوصاً موسم خزاں میں سب سے زیادہ اور ہلاکت آفریں جراثیم کا دور دورہ ہوتا ہے۔ مٹی میں بھی جراثیم کی کمی نہیں ہے۔ خصوصاً مقبروں میں تو ان سے لشکر کے لشکر فروکش ہوتے ہیں۔ خاکی جراثیم نہایت خطرناک اور زہریلے ہوتے ہیں۔ اور اکثر مہلک و تند امراض کا باعث بن جاتے ہیں۔ یہ زمین میں عموماً چھپے رہتے ہیں۔ اور موقعہ پاتے ہی ہوا میں اڑ کر بلائے بے درماں کی طرح بنی نوعِ انسان پر نازل ہو جاتے ہیں۔ الغرض یہ ننھے ننھے حیوانات اشرف المخلوقات کی تباہی و بربادی کے لئے توپ و تفنگ سے ہزار گنا زیادہ ہلاکت آفریں ہیں۔

پیدائش۔ جراثیم کی افزائش و تولید کا طریقہ بھی قدرت کی بوقلمونیوں کا عجیب و غریب نظارہ پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جرثومہ ذرا لمبا (ـــــ) ہو کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہر ایک حصہ ایک ایک جرثومہ کی پیدائش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ھلمّ جرا۔

تقریباً ۲۰ سے ۳۰ منٹ کے عرصے میں ایک کے دو دو بننے لگتے ہیں۔ اس حساب سے ایک جرثومہ دس گھنٹوں کے عرصہ میں بیس لاکھ کی تعداد تک بڑھ سکتا ہے۔ اور ایک کرم ہیضہ ایک دن میں چار ارب اسی کروڑ جراثیم ہیضہ کی پیدائش کا موجب بن جاتا ہے۔

قد و قامت۔ جراثیم کا قد اتنا چھوٹا ہے۔ کہ ہمارے معمولی طولانی پیمانے ان کی کوتاہ قامتی کا اندازہ لگانے سے بالکل قاصر ہیں۔ ان کے دیکھنے کیلئے ایسی طاقتور خوردبین کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ایک مچھر یا پسو کو اس کی اصلی جسامت سے ہزار گنا بڑا دکھا سکے۔ پس اس قسم کے خوردبینی پیمانے کو اصطلاح میں مائکرو ملی میٹر کہتے ہیں۔ جو کہ ایک ملی میٹر کا ایک ہزارواں ($\frac{1}{1000}$) حصہ یا ایک انچ کا پچیس ہزارواں ($\frac{1}{25000}$) حصہ ہوتا ہے۔ یعنی ایک مائکرو ملی میٹر ($\frac{1}{25000}$) انچ کے برابر ہوتا ہے۔ اور اس کی یہ (μ) علامت مقرر ہے۔ جراثیم کی قد و قامت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی پیمانہ مستعمل ہے۔

شکل و صورت کے اعتبار سے جراثیم گول بیضاوی۔ بیلن یا ردل کی شکل و شباہت رکھتے

ہیں - چنانچہ گول یا بیضوی (●●) - بیلن یا رول (═) ذرا خمیدہ (⌒) - مثل زنجیر کے بلدار یا لہردار (〰) اور پیچدار (ﻉﻉﻉﻉ ﻉﻉﻉﻉ) وغیرہ مختلف اشکال اور صور کے دیکھے گئے ہیں -

غذا - نباتات اور حیوانات کی طرح جراثیم کو بھی اپنی خوراک مہیا کرنے کے لئے ان مواد کی ضرورت لاحق رہتی ہے - جن سے وہ زندہ رہ سکتے ہیں - عام طور پر وہ اپنی غذا کاربن اور نائٹروجن سے حاصل کرتے ہیں - علاوہ ازیں پانی اور نمک کے بھی محتاج ہیں - شوربا - جیلےٹین - آبِ خون ان کی مانی بھاتی غذائیں ہیں - ترشی اور شیرینی کے بھی دل باختہ ہیں - غذا کو قابلِ جذب بنانے کے لئے جراثیم اس پر عجیب وغریب عمل کرتے ہیں - ستیال کو منجمد اور نشاستہ کو شکر میں تبدیل کرنا اور اختماری مواد کے اثر سے اس کی تخمیر کر کے اپنی غذا بہم پہنچاتے ہیں -

چونکہ ہر بیس منٹ کے بعد ایک کے دو دو بن جاتے ہیں - اور یہ ہر دو نوزائیدہ جراثیم قد وقامت کے اعتبار سے پہلے جرثومہ کے شبیہ ومثیل ہوتے ہیں - اس لئے بداہتہً یہی نتیجہ نکلتا ہے - کہ ہر ایک جرثومہ کو بیس منٹ کے عرصہ میں اپنے جسم سے ۲ گنا خوراک حاصل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے - ان کی کثرت تولید وافزائش کا خیال کرتے ہوئے بھی انسان ضعیف البنیان حیران و پریشان رہ جاتا ہے - مگر رزاقِ حقیقی ان کو برابر اپنا رزق پہنچا رہا ہے -

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ؁

اور جتنے جاندار زمین میں چلتے پھرتے ہیں - ان سب کی روزی اللہ ہی کے ذمے ہے - اور وہی ان کے ٹھکانے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے - سب کچھ کتاب روشن میں لکھا ہوا موجود ہے -

باقی رہی یہ بات کہ ان کی غذا کیا ہے - اور وہ کس طرح حاصل کی جاتی ہے ؟ سو اس کے متعلق بالاختصار اس قدر بتلا دینا کافی ہے - کہ بعض جراثیم تو نباتاتی یا حیوانی مردہ مادوں میں داخل ہو کر ان کو تحلیل کرتے ہوئے خاک میں ملا دیتے ہیں - اور اس طرح ان سے اپنی غذائیت بہم پہنچاتے ہیں - اور بعض ان میں سے نباتات وحیوانات کے اجسام کی ساخت پر گذارہ کرتے ہیں - جیسے آکاس بیل یا جوئیں وغیرہ - اور بعض ان میں سے جمادات مثلاً زمین سے نائٹروجن اور کاربن جذب

کر کے زندہ رہتے ہیں۔

افعال و خواص کے اعتبار سے بعض جراثیم بنی نوع انسان کے لئے فائدہ رساں ہیں۔ جو روزمرہ ہماری حرفتوں میں وخیل و کارآمد ہیں۔ مثلاً شراب۔ پنیر۔ نیل اور کاغذ وغیرہ کے بنانے۔ چمڑہ رنگنے میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اور فن زراعت کی نسبت وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ تو جراثیم ہی کی بدولت قائم ہے۔ کیونکہ زمین کے اندر پودے کی خوراک کا ذخیرہ تو موجود ہوتا ہے۔ لیکن وہ ایسی حالت میں نہیں ہوتا۔ کہ پودا اسے جذب کر سکے۔

اس لئے جب کاشت کی جاتی ہے۔ تو ہوا زمین کے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ جس کے ساتھ جراثیم گھس کر زمین پر اپنا عمل کرتے ہیں۔ اور کھاد وغیرہ سے قابل انحلال مرکبات پیدا کر کے نباتات کے نشوونما کا باعث بن جاتے ہیں۔

گویا حضرات جراثیم ہی کی بدولت زمین کے اندر یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ نباتات اور حیوانات اس پر اپنی زندگی قائم رکھ سکیں۔ کیونکہ تمام نباتات زمین سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔ اور اکثر حیوانات نباتات کو کھا کر اپنی زندگی قائم رکھتے ہیں۔

جراثیم کا کام یہ بھی ہے۔ کہ جو نباتات اپنی زندگی کا دور ختم کر چکتے ہیں۔ یعنی مرجاتے ہیں۔ تو یہ ان مردہ اجسام کو تحلیل اور مفردات میں تبدیل کر کے ان اجزا کو پھر زمین میں شامل کر دیتے ہیں۔ تاکہ نباتات ان سے اپنی خوراک مہیا کر سکیں۔ مثلاً کھیت میں کھاد ڈالی جاتی ہے۔ اس میں تعفن یا سڑاند کے جراثیم اپنا عمل کر کے اسے مفرد اجزا میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور وہ اجزا نباتات کی خوراک میں کام آتے ہیں۔ اور نباتات کو حیوانات کھاتے ہیں۔

پس اسی طرح نباتات و حیوانات میں یہ دورِ غذائی جراثیم کی بدولت قائم رہتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ جراثیم کوئی نئے مادہ غذا کو پیدا نہیں کر سکتے۔ مادہ تو وہی ہوتا ہے۔ جو ابتدا میں تھا۔ البتہ باعثِ گردش یہی ہیں۔ پس بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہماری غذا کا نظم و نسق جراثیم کی کارکنی اور مستعدی کا نتیجہ ہے۔

(ماخوذ از کتب طبیہ)

(باقی پھر)

تنقید الادیان

وید کا نزول

(گذشتہ سے پیوستہ)

گر مسیحا دشمنِ جاں ہو تو کب ہو زندگی
کون رہ بتلا سکے جب خضر بہکانے لگے

دنیا میں بھلا کون ایسا شخص ہوگا۔ جو یہ خیال کرے گا۔ کہ اگنی خدا کا نام ہے۔ جب وہ اگنی کی یہ صفت سنے کہ دو لکڑیوں کی رگڑ سے روشن ہوتی ہے۔ اور لوگ اسے اپنے گھروں کے محفوظ حصے میں روشن کرتے ہیں۔ کیا خدا بھی دو لکڑیوں کی رگڑ سے روشن ہوتا ہے؟ اسی طرح دوسرے نام ہیں اور پھر لطف یہ کہ توحید میں قرآن حکیم سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس نام اور صفت اور ذات اور صفات کی مماثلت اور التباس کو وہم کا بھی موقع نہیں دیا۔ قرآن مجید نے تو علاوہ صدہا صاف صاف احکام کے اگر کوئی حکایت بھی بیان فرمائی ہے۔ تو اس میں توحید کی تعلیم اس طرح دی ہے۔ کہ اگر احکام سے قطع نظر کی جائے۔ تو ان قصوں سے بآسانی سمجھ لیا جا سکتا ہے۔ کہ کوئی چیز عجیب سے عجیب اور روشن سے روشن بھی خدا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کو کس عمدگی سے بیان فرمایا ہے۔ کہ عام خیال کے مطابق اول ستاروں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا جانا۔ پھر ان سے زیادہ روشن چاند کو دیکھ کر خدا کہا۔ پھر آفتاب کی خوبی اور چمک دمک دیکھ کر تو بے اختیار کہہ دیا کہ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ۔ مگر چونکہ ان کو فطرتاً اصولِ توحید کی تعلیم تھی۔ اس لئے سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ بلند اور پست ہونے والے خدا نہیں ہو سکتے۔ اور وہ کلمہ توحید کا زبان پر لائے۔ جس کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ اور مسلمانوں کو خدا نے سمجھایا۔ کہ تم عجائب پرست نہ ہونا۔ اور ایسے موقعہ پر اس اصول کو نظر انداز نہ کرنا۔ کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ اور کسی حالت میں نہ بھولنا۔ کہ ملتا جلتا۔ گھٹتا بڑھتا خدا نہیں ہوا کرتا۔ پس مقابلہ ان تبدیلیوں کے درید

کو کلام خدا کہنا اور توحید کا اس سے ثبوت دینا آریوں کی دلیری اور سینہ زوری ہے۔

اب آریہ سماجی خود انصاف کریں۔ کہ وید میں جو تعلیم بت پرستی کی ہے۔ اس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا دیا جائے۔ اور صرف ایک شخص سوامی دیانند کو وید کا سمجھنے والا جان کر تمام متقدمین اور متاخرین پنڈتوں کو ویدوں سے ناواقف کیونکر خیال کریں۔ ہم تمام پنڈتوں سے زیادہ فاضل تو سوامی دیانند کو نہیں مان سکتے۔ البتہ یہ ضرور کہیں گے۔ کہ وہ اگلوں کی بہ نسبت زیادہ سوصد ضرور تھے۔ اور ان کو قدیم بت پرستی سے نفرت تھی۔ اور راستی اور خدا پرستی کی طرف مائل تھے۔ اور اس وجہ سے وہ بہت اچھے تھے۔ مگر دراصل اس قول میں کلام ہے۔ کہ وید بت پرستی کی تعلیم سے پاک ہے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ البتہ قرآن مجید کو اول سے اخیر تک دیکھو۔ اس میں توحید کے سوا بت پرستی کی بو بھی نہیں۔
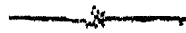
تاریخ عالم بہ آواز بلند پکار رہی ہے۔ کہ وید کی طفیل ہندوستان تو کفر و ظلمت میں ڈوبا ہی تھا۔ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی ہر جگہ کفر و شرک بت پرستی اور عناصر پرستی ویدہی کی بدولت پھیل گئی ہے۔ جس ملک کو جتنا تعلق اور جتنی قربت وید اور ہنود سے زیادہ رہی۔ اسی قدر اس میں عنصر پرستی۔ بت پرستی۔ سورج پرستی زیادہ رائج رہی۔ جتنا تعلق۔ مناسبت اور اثر وید اور آریہ مت کا جس جس ملک یا قوم سے رہا۔ اسی قدر اس میں بت پرستی اور عناصر پرستی کم و بیش مروج رہی۔ سب سے زیادہ مناسبت زبان اور قومیت کے اعتبار سے آریوں کو ایرانیوں سے ہے۔ سو ایرانی ہی سب سے زیادہ آتش پرست۔ ہوم پرست اور عناصر پرست ہیں۔ آریوں اور ایرانیوں کے دیوتا تقریباً ایک ہی ہیں۔ وید کے منتر اور ژند اوستھا کے فقرے کے فقرے باہم ملتے جلتے ہیں۔ سو اسی مقدار سے مذہب اور رسوم میں ایرانی اور قدیم آریئے یکساں ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ پارسی لوگ اپنے قدیم آریہ بھائیوں کی طرح اب تک درحقیقت بیوستھا کو مانتے۔ جنیو پہنتے۔ گئو رکھشا کرتے۔ گوشت خوری کو گناہ جانتے اور آفتاب پرستی اور آتش پرستی میں مشغول ہیں۔ اوستھا کی زبان ویدک سنسکرت کا بگاڑ معلوم ہوتی ہے۔ اور ویدک استعاروں سے بگڑی ہوئی صورتوں میں صاف ملتے ہیں

اب ظاہر ہے۔ کہ اگر ویدک مت کی تعلیم وہی ہوتی۔ جو سوامی دیانند جی نے خیال کی ہے۔ تو ضرور تھا کہ اس کی اصل جھلک دیگر مذاہب اور دیگر ممالک میں نہیں تو کم از کم پارسیوں میں تو ضرور پائی جاتی جلتک

دنیا کے کسی خطہ میں ایسا نہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دیانند جی کی تمام تفسیر اور بیان محض من گھڑت باتیں ہیں۔ جو مذہب کو سائنس کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

اگر وید توحید مطلق کا ہینما ہوتا۔ اور آتش پرستی۔ سورج پرستی کی تعلیم اس میں نہ ہوتی۔ اور وید کی شرتیوں کا وہی مفہوم ہوتا۔ جو پنڈت دیانند نے بیان کیا ہے۔ تو ضرور تھا۔ کہ وید کی اصلی تعلیم کا اثر دنیا میں کہیں نہ کہیں پایا جاتا۔ یہ کیا اندھیر ہے۔ کہ سارا جہان تو آریوں کی نسل سے بتلایا جاتا ہے۔ تمام دنیا کے لئے عالمگیر ویدک العام کروڑہا سال سے اترا ہوا بیان کیا جاتا ہے۔ اور حال یہ ہے۔ کہ دنیا کے کسی حصے میں وید یا ویدک تعلیم کا اثر کہیں نہیں ملتا۔ اگر ہندوستان کے پورانک اتفاقیہ جہالت یا ضلالت کی وجہ سے کفر و شرک اختیار کر بیٹھے تھے۔ تو کیا ضرور نہ تھا۔ کہ دنیا کے کسی اور حصے میں اصل ویدک تعلیم کا کہیں اثر پایا جاتا۔ لیکن کہیں بھی نہیں۔ ویدک توحید کا نشان تو درکنار سارے جہان میں کہیں وید کا پتہ تک نہیں۔ وید کا کوئی نام تک نہیں جانتا۔ عرب والوں نے خواب میں بھی نہیں سنا۔ کہ وید بھی کوئی کتاب ہے۔ روم۔ شام۔ مصر۔ یورپ امریکہ۔ افریقہ سارا جہان چھان جایئے۔ تمام دنیا کی قدیم کتب مطالعہ کیجئے۔ وید کا کسی میں نام یا حوالہ تک نہیں پاؤ گے۔ دنیا کی قدامت وید کی ابتدا دو ارب سال سے اور وید کی ایک جلد انڈیا میں بھی دیانند جی کو بمشکل ملی۔ کس قدر جائے تعجب ہے۔

اور تو اور جائے نزول وید یعنی تبت تک میں وید یا ویدک مت کا پتہ تک نہیں۔ کیا ان تمام باتوں پر کامل غور کرنے سے انسان اس نتیجہ پر نہیں پہنچ جاتا۔ کہ نہ تو وید دنیا کے ابتدا میں نازل ہوا۔ اور نہ ویدک مت سارے جہان کے لئے ہے۔ بلکہ وید یقیناً اس وقت تصنیف ہوئے ہیں۔ جبکہ آریہ ہندو وسط ایشیا سے نکل کر ہندوستان میں آ پہنچے۔ اگر تبت میں نازل ہوئے ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ وہ آریہ گروہ جو ہندوستان میں آ بسا۔ وہ اپنی آسمانی کتاب کی جسے دیندار آدمی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں وہیں چھوڑ آتے۔ اور اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے۔

دھرم تو انسان کو جان سے پیارا ہوتا ہے۔ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ تمام جہان اپنے دھرم کی کتاب سے ایسی بے پروائی کرتا۔ کہ اسے تقویم پارینہ سمجھ کر تبت ہی میں چھوڑ جاتا۔ امریکہ کے لوگ بھی تبت ہی سے گئے تھے۔ وہیں وید یا وید کا کوئی حصہ تو پایا جاتا۔

خیال کیجئے۔ مسلمان جہاں گئے۔ عیسائی جہاں جاتے ہیں۔ قرآن اور بائیبل ان کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ کیا تعجب کی بات نہیں۔ کہ وہ کتابیں جن کو نازل ہوئے ابھی ہزار دو ہزار سال ہی ہوئے ہیں۔ وہ تو دنیا کی گلی گلی اور گھر گھر میں پھیل جائیں۔ اور وید جس کو نازل ہوئے لاکھ دو لاکھ سال بھی نہیں بلکہ بقول آریہ سماج تقریباً دو سو کروڑ سال ہوگئے ہیں۔ تاحال بنارس کی چار دیواری سے کبھی باہر نہ نکل سکا۔ اور پھر سارے جہان کے علوم و فنون کے مخزن ہونے کا دعوےٰ۔ سخت حیرانی کی بات ہے ؎

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت جاں زِ حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

انتقاد

خورشید جہان فارسی زبان میں افغانوں کی ایک مستند تاریخ ہے۔ جو جناب شیر محمد خاں صاحب مرحوم گنڈہ پوری کی سعی سادہ ورق گردانی کا نتیجہ ہے۔ فاضل مصنف نے افغانوں کی صحیح اور مستند روایات نہایت شستہ اور سلیس زبان میں قلمبند کئے ہیں۔ افغانوں کا صحیح شجرۂ نسب بھی اس میں درج ہے۔ حیات افغانی بھی حقیقت میں مصنف مرحوم کی دماغ سوزی کا لب لباب ہے۔ ہمارے خیال میں افغانی رسومات اور تاریخی واقعات کا اس سے بہتر اور مفصل تذکرہ کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہو سکتا۔ علم تاریخ اور قوم افغان سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ قیمت پانچ (ﺻـہ) روپے۔

ملنے کا پتہ :۔ مینجر لقمانی میڈیکل ہال۔ ہوتی مردان۔

غیبی گولہ آسمان دیانت و صداقت سے ہر جمعہ کی رات کو چھوٹ کر صبح سویرے دنیا کے دھوکے بازوں۔ عیاروں۔ قومی لیڈروں اور سیاسی ڈاکوؤں کے سر پر گرتا ہے۔ سالانہ چندہ للعہ مر۔

ملنے کا پتہ :۔ مینجر "غیبی گولہ"۔ بمبئی۔

سحر البیان

مست الست

(ایڈیٹر کے قلم سے)

در رہ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہا است بجان
شرطِ اوّل قدم آں است کہ مجنوں باشی

آہ! عالمِ قدس کے بلند پرواز نیک اختر طائر تو کس طرح عالم ملکوت کے مشاہدات سے بہرہ اندوز ہوسکے گا؟ جبکہ تیرے بال و پر بہیمیت و سبعیت کی غلاظت و کثافت سے آلودہ ہیں۔ تیرا باطن متعفن اور ظلماتی بخارات سے لبریز ہے۔ جبھی تو تجھ میں سیمابی مادہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور گھڑی بھر ملاً سفلیٰ کے علائق و عوائق سے آسائش طلب نہیں ہوا۔ تیرا حلق ذوقِ محبت کی چاشنی سے ناآشنا ہے۔ جبھی تو ظاہری حسن و جمال پہ دل دے کر پروانہ وار گھومتا ہے۔ تیرا شہوق و علوِ عنصری پنجرے نے ملیامیٹ کر دیا ہے۔ کیا قرآن کریم کی روحانی تعلیم اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ ط تیرے تختۂ دل سے نیست و نابود ہوگئی؟ کیا تو نشاۃٔ اُخریٰ سے غافل و متکاسل ہوگیا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ دارالبوار کا سامان اپنے ہاتھوں آپ کر رہا ہے۔ اور اپنے پاؤں آپ کاٹ ڈالنے کی کوشش کرنے لگا ہے۔ ارے ستمگر! پیرِ فلک کی نیرنگیوں سے تیرے دل کی آنکھ نہیں کھلی۔ جس کے پُرفتنہ چکّر نے ہزارہا پُرغرور سروں کو پیکر هَبَاءً مَّنْثُوْرًا بنا دیا اور لکھوکہا پُرفتنہ و شر ہستیاں موت کے شکنجہ میں پھنس کر کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ط ہوگئیں۔ صرف زندگی جاوید اگر حاصل کی۔ تو انہوں نے جنھوں نے اپنی ہستی کو مستعار اور ناپائدار سمجھا۔ بلکہ ایک لازوال ہستی کا پرتو قرار دیا۔ اور اسی میں فنا ہو جانے کی کوشش کی۔ یہانتک کہ کامیاب ہوگئے۔ اور ابدی سرمدی زندگی حاصل کی۔ خوب کہا ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دیکھ! تو بھی اپنی عظمت و جبروت نہ کھو! عالمِ لاہوت کے ریاض میں پہنچنے کی کوشش کر! وہاں تیرے لئے نور کے منابر ہیں۔ اگر تجھے یقین نہیں آتا۔ تو رسول مقبول کا ارشاد گوشِ ہوش سے سن اور عین الیقین

کے میدان میں قدم رکھے! فداہٗ روحی وابی ارشاد فرماتے ہیں :- اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَھُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَ الشُّھَدَاءُ بال و پر کو آلائشات عنصریہ سے جھاڑ! حضرتِ قدس کے حضور کے لئے قوتِ پرواز طلب کر! تیری پُر درد داستان ضرور سنی جائے گی - اور وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا کے مطابق تجھے اُڑنے کا راستہ ضرور بتلایا جائیگا -

منصور نے اگر سچی محبت کی بنا پر کاخِ نیلگوں میں غلغلہ ڈالا - تو تیری آہِ نیم شب بادلِ رحمت بن کر برسیگی - بادیۂ ضلالت کے سراسیمگان آب ہدایت سے سیراب ہو جائینگے - تجھے خوف وہراس کاہے کا ہے؟ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کا تاج زینت بخش روزِ ازل سے تیرے سر پر رکھا جائیگا -

میں نے مانا - کہ ظاہر پرستوں نے منصور کا خون بہایا - لیکن ان کے خونی قطرات دُرِّ شاہوار کی طرح ہر سچے عاشق کے صدفِ دل میں مکنون ومصئون ہیں - اور حقیقی عشق میں جان نثاری کی ایک عمدہ مثال قائم کئے ہوئے ہیں - وہ انا الحق کہنے پر مجبور تھے - تم نے کبھی شیشہ کی طرف بھی دل کے کان لگائے جبوقت کہ شعاعِ آفتاب اس میں مجتمع ہو جاتی ہیں - اور وہی کام کرنے لگتا ہے - جو سورج سے سرزد ہوتا ہے - کہ زبانِ حال سے کیا کہہ رہا ہے - یا اس لوہے کی ہئیت کو - جو آگ کی بھٹی میں سرخ کیا جاتا ہے - اور آگ جیسی رنگت اور تاثیر ہو جاتی ہے - کبھی نظر جما کر بغور ملاحظہ فرمایا - اور کان دھرا - کہ اس کی قوتِ ناطقہ کیا صلائے عام دے رہی ہے ہمیشہ ببانگِ دہل کہتا ہے - کہ میں قطعۂ آفتاب ہوں - اور لوہا اپنے آپ کو آگ تبلا رہا ہے - منصور اور ان دونوں میں فرق صرف زبانِ مقال اور زبانِ حال ہی کا سمجھ لیجئے - وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ -

سنو! منصور بھی یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ کے مرغزار میں غوطہ زن تھا - صدائے ھُوْ اسکے گوشت و پوست میں متشرب ہوگئی تھی - تو پھر کونسی زبردست طاقت تھی - کہ اُسے نعرۂ انا الحق سے روکتی - اور دار کو دلدار جاننے کے قابلِ تقلید عزم پر غالب آتی - اے وحشت ھُوْ کے آہو! اس گلستانِ زہر اندود میں تو نے کیوں ٹھکانہ پکڑا؟ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ نے تیرے سنگین دل کو حرکت نہ دی - تاکہ فضائے ھُوْ کی قطع مسافت میں قوتِ خدا داد سے کام لیتا - اس دلفریب رہگذر کی بوقلمونیوں نے تجھے منزلِ اصلی سے غافل کر دیا - النسیت پیدا ہو گئی - اور تیرے تحیر سے تنفر وخودداری کے بیشقدر اصول ہٹ گئے - جن پر تیری حقیقی ہستی کا نام ومدار تھا - دیکھ! بہارستانِ ہستی کے دیدہ زیب و دلفریب منظر کے جلووں سے دھوکہ نہ کھا - نگارستانِ فریب کے ناقدر شناس! بزم بے بنیاد کی یہ عشرت آرائیاں کب تک تیرے دل کو لبھائینگی؟ کیا زمانہ کی پر غضب الٹ پھیر نے تیرے دل پر

تلامذۃ الرحمٰن

مرگِ حمیت

(از جناب منشی عبدالخالق صاحب "خلیق" - دہلوی)

جہاں میں ہر طرف ہے کارخانہ بے ثباتی کا
مرقع ہے مگر دورِ زمانہ بے ثباتی کا

زبانِ برگِ گل پر ہے فسانہ بے ثباتی کا
عنادل کا چمن میں ہے ترانہ بے ثباتی کا

شگفتہ ہو کے پژمردہ ہوئے ہیں پھول گلشن میں
اڑائی چار سو بادِ خزاں نے دھول گلشن میں

کہیں شمشاد کا ماتم کہیں قمری کے نالے ہیں
کہیں خاموش سوسن ہے کہیں پُر داغ لالے ہیں

گلوں کے چاک دامن ہیں گریباں پھاڑ ڈالے ہیں
بدن پر ہے لباسِ ماتمی نرگس بھی کالے ہیں

فلک روتا ہے ڈاڑیں مار کر کس کی جوانی کو
خدا غارت کرے دنیا سے مرگِ ناگہانی کو

کسی ناشاد کی حسرت نکلنے ہی نہیں دیتا
دلِ بلبل کو پھولوں سے بہلنے ہی نہیں دیتا

سنبھالیں ہوش ہم کیونکر سنبھلنے ہی نہیں دیتا
ہزاروں ٹھوکریں لگتی ہیں چلنے ہی نہیں دیتا

کبھی ماں باپ کو بیٹے کا رونا ہے ضعیفی میں
کبھی بیٹے کو ہے ماں باپ کا ماتم یتیمی میں

(بقیہ صفحہ ۲۷) عبرت کا تازیانہ نہیں لگایا۔ کائنات عالم بہ آوازِ بلند کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کی صدا دے رہی ہے۔ اس زندہ شجر کو جو آج نسیم روح پرور کے جھونکوں سے لہلہا رہا ہے۔ کل دیکھیئے تو بادِ خزاں کی حکمرانی سے بے برگ و بار نظر آئیگا۔ مظاہر قدرت میں فنا و بقا کے پر لطف کرشمے ملاحظہ سے گزرینگے۔

اے سادہ لوح انسان اگر تو نے لاکھوں لمحات خواب غفلت کی پرسکون مخموریوں پر قربان کئے ہیں۔ تو کربِ بے چینی کی پر اضطراب کروٹوں اور لمبی راتوں میں سِرِّ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا کھوج لگا۔ جنید و شبلی کے دل افروز کارناموں سے سبق لے۔ وقفِ غفلت نہ ہو۔ مستِ الست ہو جا۔ اور مستانہ وار نعرۂ ھُو نکال۔ اور خداوند لایزال کی ہستی میں اپنا ہستی بصر و جود فنا کر۔ پھر دیکھ کہ زندگیٔ جاودانی کس طرح تجھے نصیب ہوتی ہے۔ آہ! سچ کہا ہے: ؎

دُور بینانِ بارگاہِ الست
غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

امیدوں کی جھلک دنیا میں عشرت ریز ہوتی ہے
زمانہ کی مگر ہر حال عبرت خیز ہوتی ہے۔
صفِ ماتم وہاں بچھتی ہے حسرت تیز ہوتی ہے
جہاں کرسی نشینوں کی زمین پر میز ہوتی ہے
اجل کمبخت کو پرسش نہ گورے کی نہ کالے کی
اسے تو پڑ رہی ہے چاٹ اپنے تر نوالے کی

ہے کس برتے پہ شاہوں کو غیرورِ تاج سلطانی
جہاں میں جس طرف دیکھو اجل کی ہے جہانبانی
ہے عبرت خیز گلشن میں گلوں کی چاکِ دامانی
نہالِ سبز کی فصلِ خزاں میں شکلِ عریانی
ہزاروں کی طرح جو کھل رہے تھے باغِ عالم میں
صبا سر پیٹتی پھرتی ہے ان پھولوں کے ماتم میں

زمانہ چند روزہ ہے سدا ہستی نہیں رہتی۔
جہاں دنیا میں بستی ہے وہاں بستی نہیں رہتی
زبردستوں کی عالم میں زبردستی نہیں رہتی
مئے نخوت کے پیمانوں میں بدمستی نہیں رہتی
فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں [ذوق]

کبھی ہندوستاں میں ہم کو بھی سب کچھ میسر تھا
فلک رتبہ بلند اقبالیوں کے تاج سر پر تھا
قدم لیتی تھی دولت سامنے حاضر مقدر تھا
مرفہ حال تھے دلشاد تھے اقبال یاور تھا
ستم برپا ہوا لیکن حمیت فوت ہونے سے
ہوا ویران یہ آباد گھر اک موت ہونے سے

ادھر اسلام ادھر تہران تک ہیں شور ہے جس کا
کوئی تو بات ہے ورنہ یہاں کرتے ہیں غم کس کا
عجب اک چیز تھی یہ قدسیوں کو رنج ہے اس کا
زمیں تھرا گئی اپنی جگہ سے آسماں کھسکا
اداسی چھا رہی ہے دیدۂ دل وقفِ ماتم ہے
تڑپتا ہے اسی غم سے خلیق زار بیدم ہے

(عطیہ مولانا عبدالعزیز حفیدہ)

تو کجا و من کجا

(از عائشہ افغانیہ درانیہ)

بُتِ گلرخِ سمن بر تو کجا و من کجایم
لبت ہمچو شہد و شکر تو کجا و من کجایم
رخت ہمچو ماہِ تاباں دہنت چو غنچہ خنداں
ہمہ را تو شاہِ خوباں تو کجا و من کجایم
بخرام سوئے بستاں چمن از رخت گلستاں
توئی بلبلِ سخنداں تو کجا و من کجایم
ہمہ کوہ و دشت و صحرا چمنست نکہت افزا
شدہ بزمِ عیش برپا تو کجا و من کجایم
بہ فرنگ و چین و ماچین ہمہ کافران بدیں
چو تو نیستند خود بیں تو کجا و من کجایم
شب و روز انتظارم کہ رسد نوید یارم
ز فراق بے قرارم تو کجا و من کجایم
بنما رخ اے ستمگر بہ من فقیر مضطر
شدہ عائشہ قلندر تو کجا و من کجایم

لعلی ابن ابی طالب

تغیرت المودۃ والاخاء — وقل الصدق وانقطع الرجاء
واسلمنی الزمان الی صدیق — کثیر الغدر لیس له رعاء
اخلاء اذا استغنیت عنهم — واعداء اذا نزل البلاء
یدیمون المودۃ ما رأونی — ویبقی الود ما بقی اللقاء
فان غیبت عن احد قلانی — وعاقبنی بما فیه اکتفاء
سیغنینی الذی اغناه عنی — فلا فقر یدوم ولا ثراء
وکل جراحة فلها دواء — وخلق السوء لیس له دواء
ولیس بدائم ابدا نعیم — کذاک البؤس لیس له بقاء

اصلاح اخلاق

معیوب شریعت میں ہے داڑھی کا منڈانا — مونچھوں کا بڑھانا
افسوس خردمند نے اب تک یہ نہ جانا — فیشن ہے زمانا

کیوں حکم محمدؐ کو نہیں مانتے یارو — اللہ کے پیارو
ہے مرضیٔ مولا نہ قدم آگے بڑھانا — ہو خلد میں جانا

کام آئیگی اللہ و محمدؐ کی محبت — ہر وقت معیت
کب ہوتا ہے آفت میں کوئی اپنا یگانہ — ہے جھوٹا زمانہ

بچوں کو نہیں دین کی تعلیم دلاتے — آوارہ پھراتے
احکام شریعت کے ضروری ہیں سکھانا — قرآن پڑھانا

کیوں شادیوں میں ناچ کراتے ہو عزیزو — توبہ کرو چھوڑو
اچھا نہیں یوں دولت و عزت کا گنوانا — ہنستا ہے زمانا

ہیں مسجدیں ویران مگر گھر ہیں سب آباد — فرد ہے فریاد
کیا چاہتے ہو دین کو تم خود ہی مٹانا — ایمان سے تبانا

سنسار میں پردیسی نہیں کوئی کسی کا — سب پریم پھیکا
پچھتائیگا جس نے یہ بچن میرا نہ مانا — ہو رکھ ہو کے دانا

(سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری)

پیام صبح [اقبال]

اجالا جب ہوا رخصت جبین شب کی افشاں کا — نسیم زندگی پیغام لائی صبح خنداں کا
جگایا بلبل رنگیں نوا کو آشیانے میں — کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا
طلسم ظلمت شب سورۂ والنور سے توڑا — اندھیرے میں اڑایا تاج زر شمع شبستاں کا
پڑھا خوابیدگان دیر پر افسون بیداری — برہمن کو دیا پیغام خورشید درخشاں کا
ہوئی بام حرم پر آکے یوں گویا مؤذن سے — نہیں کھٹکا ترے دل میں نمود مہر تاباں کا
پکاری اس طرح دیوار گلشن پر کھڑی ہو کر — چٹک او غنچۂ گل! تو مؤذن ہے گلستاں کا

دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو | چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا
سوئے گور غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے | تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہر خموشاں کا
ابھی آرام سے لیٹے رہو میں پھر بھی آؤں گی | سلا دونگی جہاں کو خواب سے تم کو جگا دونگی

کہا بقراط سے دنیا میں کیوں آیا تو اے دانا | کہا اس نے کہ میں لایا گیا مجھ کو پڑا آنا
کہا کیونکر بسر کی عمر بولا ساتھ حیرت کے | کہا کیا جانا بولا کچھ نہیں جانا یہی جانا (اکبر)

تقدیر د رباب دے مونڈہ خسمری | پہ حال ہیڅ نہ پوچا خبر کمری
چہ داد رباب مو بہ چرتہ بیائی | هم ئی لہ کومہ ځایہ راوړے (خٹک)

گیرم کہ ہمہ ملک تو چین خواہد بود | آفاق ترا زیر نگین خواہد بود
خوش باش کہ عاقبت نصیب من و تو | دہ گز کفن و سہ گز زمین خواہد بود (بابا افضل کوہی)

دوشم گزر افتاد بہ ویرانۂ طوس | دیدم چغدے نشستہ جائے طاؤس
گفتم چہ خبر داری ازیں ویرانہ | گفتا خبر ایں است کہ افسوس افسوس (شہید بلخی)

آں قصر کہ با چرخ ہمے زد پہلو | بر درگہ او شہاں نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ | بنشستہ ہمے گفت کہ کوکو کوکو (عمر خیام)

و جاهل یدعی فی العلم فلسفة | قد راح یکفر بالرحمن تقلیدا
و قال اعرف معقولا نقلت له | عینت نفسك معقولا و معقودا
من این انت و هذا الشئ تذکره | اراك تقرع بابا عنك مسدودا
فقال ابن کلامی لست تفهمه | نقلت لست سلیمان ابن داودا (بہاؤ الدین ابو الفضل؟)

یا معشر الاصحاب مالی اراکم | علی مذهب و الله غیر حمید
فهل انتم من قوم لوط بقیة | فما منکم من فعله برشید
فان لم تکونوا قوم لوط بعینه | فما قوم لوط منکم ببعید

سرمایہ داری

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی | یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا | جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے (اقبال)

سیر اشتو زیادہ مشرقی ہے شیخ صاحب سے | کہ یہ موٹر پہ چڑھتے ہیں وہ موٹر سے بدکتا ہے (اکبر)

مکاتیب الاخوان

جریدۂ افغان کے متعلق ہمارے پاس بے شمار ایسے حوصلہ افزا انتقادات ومکتوبات موصول ہوچکے ہیں ۔ جس سے ہماری ہمت میں غیر معمولی ترقی اور ارادہ میں غیر متزلزل استحکام و استقلال پیدا ہوگیا ہے ۔ مگر ہمیں افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے ۔ کہ ان تمام مکاتیب کی اشاعت اس مختصر رسالے میں گنجائش پذیر نہیں ۔

تاہم عنوان بالا کے ماتحت معاصرین کرام کی تنقیدات اور محبان اسلام کے پیامات کا اقتباس شائع ہوتا رہیگا ۔ وما توفیقی الا باللہ ۔

ہم نہایت خلوص ومحبت کے ساتھ ان تمام معاونین ومعاصرین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں ۔ جنہوں نے اس علمی صحیفہ کی اشاعت میں ہماری اعانت وحوصلہ افزائی فرمائی ۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء ۔

(مدیر)

معززومو قر معصر امان افغان کابل رقمطراز ہے :۔

در نمبرۂ گذشتہ اشعار شدہ بود ۔ کہ بعض مطبوعات تازہ بہ ایں طرف دریائے اٹک ظہور نمودہ کہ ازاں جملہ اخبار سہ روزہ "ترجمان سرحد" و رسالۂ ماہوار "افغان" نمبرۂ اول با "ترانۂ آزاد" اثر مدیر افغان در دو پوست گذشتہ رسیدہ است ۔

"افغان" مجلہ ایست ماہوارہ کہ از مردان علاقۂ پشاور نشر مے شود ۔ مدیر و نگارندۂ آں "ابو المعانی آزاد (میاں آزادگل) کاکاخیل است ۔ چونکہ قیمت ہر روزنامہ و مجلہ بہ تناسب قیمت نگارندۂ آں است ۔

باید اولاً مراتب علمی و احساسات وطن خواہی نگارندۂ افغان را بدانیم و لے متأسفانہ دریں خصوص ہیچ اطلاعے
بدست نیست ۔ ایں اول دفعہ است کہ از جناب "ابو المعانی آزاد" بوسیلۂ مجلۂ افغان و مسدس "ترانۂ آزاد"
معرفی مے شوم ۔ اما از مقالات و نگارشات او در افغان و ترانۂ آزاد تا یک اندازہ پے بہ مقصد میتوان برد۔
چنانچہ ازیں بیت اول بند اخیر ترانۂ آزاد ؎

عربی فارسی اردو کش انگریزی پختو بہاشا کش
شاعری م کمہ اختیار ہ چہ نامی شم پہ دنیا کش

معلوم مے شود ۔ کہ جناب ابو المعانی علاوہ از فضائل مشرقی تحصیلات مغربی ہم دارند و آشنائے زبانہائے
شش گانہ افغانی ۔ عربی ۔ فارسی ۔ اردو ۔ بھاشا و انگریزی بودہ دراں السنہ شعر ہم مے گویند ۔ از شعر
اردو و افغانی شاں بعض نمونہ ہائے در "افغان" موجود است ۔ مسدس ترانۂ آزاد کہ بہ زبان افغانی و بہ یک
مسدس حالی بحل است ۔ دلیل قوت طبع شاں در افغانی است ۔ از درج بعض اشعار عربی ذوق و
علاقۂ شاں با عربی معلوم مے شود از مقالۂ "تنقید الادیان" کہ بقلم خود اوشاں است ۔ و نیز از عنوان "تشحید
الاذہان" کہ بقلم معاون مدیر نوشتہ مے شود کہ جناب "ابو المعانی" از دین اسلام و دیگر ادیان کنونی آگاہی
تامہ داشتہ مناظرہ با مخالفین یک وظیفۂ علمی شاں است ۔ از قرآن با اطلاع مے باشند ۔ چنانچہ مقالہ
"معارف القرآن" شاہد این ندعا است ۔ پایۂ احساسات ملی شاں ہم بلند است ۔ و ازیں جہت نام مجلۂ
خود را افغان گذاردہ و نشان افغانستان را نشان آں اتخاذ نمودہ و موضوع آنرا بہ ایں عبارت شرح نماید۔
"یگانہ رسالۂ علمی ماہوار سرحد ۔ یاغستان و افغانستان" و یک قسمت رسالہ را بہ افغانی کہ بہ ذات خود
یک مجلۂ جداگانۂ افغانی است نشر مے نماید ۔ درعین زمان جنبۂ دین برو غالب بودہ نمے خواہد ہیچ افراد
دائرۂ دین بیروں باشد ۔ و ایں از کمال فہم و درستی مسلک شاں است کہ از روحیات افغانہا و مرض باطنی
آنہاں واقف است ۔ و ازیں جہت دعائے مقدس "اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" ہدا سرلوح
رسالہ قرار دادہ ازیں امارات چناں حدس زدہ مے شود کہ نگارندۂ افغان آدم با فضل و درد بودہ طالب اصلاح
قوم خود است ۔ بناءً علیہ رسالۂ "افغان" ہم یک رسالۂ مفید و نافع است ۔ مخصوصاً برائے افغانہا و علاقہ
مندان بہ افغانی ۔

در نمبرۂ اول بہ عناوین ذیل قلم فرسائی شدہ :-

(۱) اضاءۃ النیران کہ از نبودن جرائد و مطبوعات در سرحد و خواہش مدیر نشر اخبارے را بنام "پٹھان" و اجازہ نہ دادن حکومت و اقدام بہ نشر افغان و نسب افغان ہا و اجمال "پختون لوزی" علم الافغان بحث میکند۔

(۲) تشحیذ الاذہان کہ از مناظرہ مدیر با یک پادری و یک ہندوی تناسخی و غلبۂ مدیر بر حریفاں نقل مے نماید۔

(۳) معارف القرآن کہ موضوع آں حقانیت اسلام و صداقت قرآن است۔

(۴) حوادث الزماں کہ بعض حوادث عمدۂ اخباری را جمع نمودہ۔

(۵) معالجۃ الابدان از عنوان مقالہ و عبارت زیرین آں کہ حفظ الصحت است معلوم مے شود۔ از حفظ صحت و طب بحث میکند وے مقالہ ناتمام بودہ معلوم نہ شد۔

(۶) تنقید الادیان۔

(۷) مشاہیر الافغان کہ شرح حال موجد تاربرقی را نوشتہ۔

(۸) سحر البیان کہ شعر منثور است۔

(۹) تلامذۃ الرحمٰن کہ اشعار عربی۔ افغانی۔ فارسی و اردو است۔ قسمت افغانی آں عبارت از مقالہ در خصوص نشر افغان و بعض خبرہا و حوادث و فکاہیات و اشعار است۔

اشتراک دریں رسالہ بہ نیت ترقی زبان افغانی و اطلاع از احوال افغانہا و اکتساب معلومات خوب برائے ہر افغان وطن دوست لازم است۔ و ایں بیت افغانی رسالہ را کہ

کچکول دغم پہ لاس د لاڑیم
لہ خپلہ قومہ زہ د خیر طمع لرمہ

تحت نظر گرفتہ بہ مساعدت و معاونت مقدور اقدام باید نمود۔ طبع و خط و کاغذ و قطع رسالہ ہم خوب و موزون است۔ بدل اشتراک آں در جائے دیدہ نہ شد غالباً از دہ روپیہ بیشتر نیست۔ جائے خواستن ابو المعانی آزاد دفتر رسالہ افغان ہوتی مردان ضلع پشاور است۔

۲۳ شعبان ۱۳۴۷ھ

ہمعصر سیاست "صوبہ سرحد سے رسالۂ افغان کا اجرا" کے عنوان سے رقمطراز ہے:۔

مقام شکر ہے۔ کہ صوبہ سرحد کی سرزمین بے آئین میں بھی حریت و آزادی کی ہوا چلنے لگی ہے۔ اور اس ہوا کی متحرک وہاں کے لوگوں کی علمی بیداری ہے۔ جو بعض زندہ دل اور دردمند سرحدی مسلمانوں کی ان تھک مساعی جمیلہ کی بدولت ان میں پیدا ہوگئی ہے۔ اور اس بیداری کا ثمر صوبہ سرحد کے دو ماہواری رسالوں یعنے "افغان" و "سرحد" کی صورت میں نمودار ہوا ہے۔

رسالۂ افغان ہمارے دوست مولانا ابوالمعانی آزاد کے زیر ادارت ہوتی مردان ضلع پشاور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ مولینا کی دینی و ملی حمیت علمی قابلیت۔ سیاست دانی رسالہ ہذا کے مختلف مضامین میں جلوہ گر ہو رہے ہیں۔

پہلے رسالہ ماہ جنوری کے مضمون "معارف القرآن" کے زیر عنوان مولانائے موصوف نے بدلائل قاطع و براہین ساطع ثابت کر دیا ہے۔ کہ قرآن مجید و فرقان حمید ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو بجا طور پر منزل من اللہ ہونے کا دعوےٰ کر رہی ہے۔ اور آج تک کسی دہریہ۔ کسی آریہ۔ کسی مجوسی کسی یہودی کسی مسیحی کو اتنی جرأت نہیں ہوئی۔ کہ قرآن شریف کے اس دعوےٰ کی تردید کر سکے۔ اور نہ کسی ادیب و شاعر کو اتنی ہمت پڑی۔ کہ قرآن شریف کی کسی آیت جیسی کوئی آیۃ کسی سورت جیسی کوئی سورۃ بنا کر پیش کر دے۔

ہم اپنے دوست مولانا آزاد گل کی اس دماغ سوزی اور عرق ریزی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جو انہوں نے اس رسالہ کے مضامین کی ترتیب و انتخاب میں صرف کی ہے۔ مولینا نے رسالہ ہذا کے دو حصے کر دیئے ہیں۔ ایک حصہ تو اردو میں ہے۔ اور ایک حصہ پشتو میں۔ تاکہ جو افغانی بھائی اردو سے نابلد ہیں۔ وہ بھی اس سے مستفیض ہو سکیں۔ ماہ جنوری کے پرچے کے مندرجہ ذیل مضامین اس قابل ہیں کہ مسلمانانِ ہند عموماً اور برادرانِ سرحد خصوصاً گہری نظر سے مطالعہ کریں:۔

"معارف القرآن"۔ "معالجۃ الابدان"۔ "تنقید الادیان"۔ "افغان"۔ اور "تشحیذ الاذہان"۔ وغیرہ وغیرہ۔

تشحیذ الاذہان میں ہمارے دوست آزاد گل نے امریکن مشن کے پادری رابرٹسن کو خوب

آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ مولینا کی دلیل قاطع کے آگے پادری صاحب نے حواس باختہ ہو کر چپ سادھ لی۔ اسی مضمون میں مولینا صاحب نے ایک مناظرے کے دوران میں ایک آریہ مہاشے کو آواگون کے پھندے میں ایسا پھنسایا۔ کہ پھر وہ جنبش ہی نہ کر سکا۔ غرض یہ کہ یہ رسالہ اس قابل ہے۔ کہ صوبہ سرحد و پنجاب کا ہر کلمہ گو اس کی ماہواری لذت سے محروم نہ رہے۔ رسالہ کا کاغذ بہت اچھا ہے۔ اور اس کی طباعت و کتابت میں بھی خاص محنت و مشقت سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس پر حیرت یہ ہے۔ کہ مولینا نے اس کا سالانہ چندہ بہت تھوڑا رکھا ہے۔ یعنی کل عـہ (للعہ) ہم قارئین کرام سے بڑے زور کے ساتھ اس رسالہ کی خریداری کے لئے سفارش کرتے ہیں۔

ملنے کا پتہ:۔ دفتر رسالہ افغان۔ ہوتی مردان۔ ضلع پشاور۔

(۲۶ رجنوری ۱۹۲۶ء)

مؤقر رسالہ "قوس قزح" لاہور "افغان" پر تبصرہ کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

افغان۔ یہ رسالہ ابھی ابھی ہوتی مردان ضلع پشاور سے شائع ہوا ہے۔ اس کے مدیر ابوالمعانی سید آزاد گل ہیں۔ اگرچہ کسی رسالے کے پہلے نمبر پر ریویو کرنا نہایت مشکل ہے۔ مگر "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" جس کام کا آغاز اچھا ہو۔ اس کا انجام بھی اچھا ہوتا ہے۔ پرچہ صوری و معنوی خوبیوں سے لبریز ہے۔ کاغذ۔ کتابت اور طباعت باصرہ نواز ہے۔

رسالہ کے دو حصے ہیں۔ اردو اور پشتو جو اصحاب اردو نہیں جانتے۔ ان کے لئے پشتو کا حصہ ہے۔ میرے خیال میں اگر فاضل مدیر رسالہ کا علمی معیار ذرا پست کر دیں تو نہایت بہتر ہوگا۔ رسالہ کا مقصد اولیٰ سرحدی قبائل میں اردو کی روح پھونکنا ہے۔ لیکن میں ڈرتا ہوں۔ کہ ایسا مشکل اور ادق رسالہ عوام کے لئے کچھ ایسا دلچسپ ثابت نہیں ہوگا۔ سرحدی صوبہ میں ابھی اردو کا رواج نہیں ہوا۔ اکثر لوگ اس میدان میں نو آموز ہیں۔ ان کے خیالات کی تشفی کرنے کیلئے اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ پہلے آسان زبان ان کے پیش کی جائے۔

فاضل مدیر کے خیالات نہایت وسیع اور جدت کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انھوں نے رسالہ کے نام "افغان" کی رعایت سے تمام عنوانات اسی وزن پر مقرر کئے ہیں۔ مثلاً اضاءۃ النیل

تشحیذ الاذہان - معارف القرآن - حوادث الزمان - معالجۃ الابدان - تنقید الادیان - مشاہیر الاقران - سحر البیان - تلامذۃ الرحمٰن -

ان عنوانات سے فاضل مدیر کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے - لیکن ظاہر ہے - کہ ان میں سے چند عنوانات کی تحت میں جو مضامین آئیں گے - وہ کسقدر ادق ہونگے - بہر حال ایڈیٹر صاحب کی محنت قابل داد ہے - خدا کرے "افغان" کو استقامت نصیب ہو -

سالانہ چندہ للعہ - مینجر رسالہ افغان ہوتی مردان سے نمونہ منگوائیے -

(بابت ماہ فروری ۱۹۲۶ء)

(باقی پھر)

چند عجیب و غریب اشیاء

جیبی سگریٹ مشین

ایک گھنٹے میں ۲۰۰ سگریٹ تیار کرتی ہے ترکیب نہایت سہل ہے۔ تمام کی تمام گلٹ کی بنی ہے۔ نہایت ہی مختصر اور چھوٹی سی مشین ہے سفر کے لئے نہایت ہی مفید چیز ہے۔ کیونکہ یہ کوٹ کی جیب میں بھی رکھی جاسکتی ہے۔ قیمت فی مشین صرف چار روپیہ۔ ڈاک خرچ علاوہ۔

آگ جلانے کی مشین

اس مشین سے کئی کام لئے جاسکتے ہیں مثلاً بلا مدد دیا سلائی آگ جلانا سگریٹ جلانا وغیرہ قیمت فی مشین صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ علاوہ خرچ ڈاک۔

جیبی چھاپا خانہ یا مہر گھر

یہ انگریزی کا جیبی چھاپا خانہ قابل تعریف ہے۔ اس سے لفافہ۔ ملاقاتی کارڈ اور ہنر میں جو دل چاہے چھاپ سکتے ہیں۔ قابل خرید ہے۔ قیمت فی چھاپا خانہ صرف دو روپیہ خرچ ڈاک علاوہ۔

ہینڈ کیمرہ

یہ کیمرہ خاص طور پر جرمنی سے تیار کروایا گیا ہے۔ عورت مرد۔ جانور۔ درخت۔ مکان گرجا مسجد مندر اور ریل وغیرہ چلتے پھرتے اور بیٹھے ہوئے کی خوبصورت اور دلپسند فوٹو اتارنے کے لئے کم از کم ایک بار ضرور منگائیں۔ قیمت چھوٹا سائز پانچ روپیہ۔ بڑا سائز صرف دس روپیہ۔ علاوہ خرچ ڈاک۔

کشیدہ کاڑھنے کی مشین

لڑکیاں اس سے کرسیوں کی گدیاں۔ سرہانوں کے غلاف۔ غالیچے۔ شال چادریں دوپٹے۔ سوٹ وغیرہ وغیرہ غرضیکہ کئی قسم کے گرم سرد اور ریشمی کپڑوں پر اون سوت اور ریشم سے ہر قسم کے پھول اور گلکاریاں بنا سکتی ہیں۔ ترکیب نہایت آسان ہے۔ غریب لڑکیوں کے لئے روزگار اور امیروں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ قیمت فی مشین چار روپیہ۔ علاوہ خرچ ڈاک۔

مینیجر۔ رکماس اینڈ کمپنی۔ پوسٹ بکس نمبر ۹۹۔ لاہور

چند مجرب دوائیں

یہ دوا ان کیڑوں کے لئے جو خون کے دقیق حصے میں ہوتے ہیں۔ زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ لاکھوں مریض شفایاب ہو چکے ہیں۔ قیمت بڑی شیشی عہ۔ چھوٹی ۱۲؍

اکسیر طحال

علم طحال پرانے ملیریا ضعف بدن کیلئے اکسیر بے نظیر ہے۔ اس دوا کے استعمال سے چند دنوں میں صاف اور تازہ خون پیدا ہو کر جسمانی قوت بڑھ جاتی ہے قیمت فی شیشی عہ

سوزاک نیا ہو یا پرانا۔ دونوں کیلئے اعجاز نما ہے۔ مجاری صاف ہو کر پیپ بند ہو جاتی ہے سوزش بالکل نہیں رہتی پچکاری کرنے کیلئے دو شیشیاں اور ایک پچکاری قیمت ہے

دوائے جریان

جریان اور احتلام کے لئے نہایت مفید ہے۔ مادہ کی رقت اور پٹھوں کی کمزوری کو دور کر کے غلیظ مادہ پیدا کرنے میں لاجواب ہے۔ درد کمر ضعف دماغ اور دھڑکن خود بخود دفع ہو جاتے ہیں قیمت للعہ

یہ آنکھوں کا بے نظیر سرمہ ہے جو جواہرات سے تیار کیا گیا ہے۔ آنکھوں کو خوبصورت اور نظر کو تیز کرتا ہے ضعف بصر۔ دھند جالا تاریکی چشم اس کے استعمال سے کافور ہو جاتے ہیں۔ دماغی کام کرنیوالوں کی روح رواں ہے۔ قیمت فی شیشی ۱ تولہ عہ

اس سے اچھی طرح بھوک لگتی ہے۔ کھانا ہضم ہو جاتا ہے اور کھٹے ڈکار دور ہو جاتے ہیں۔ چہرہ نکھر جاتا ہے۔ دست بند کر کے طاقت بخشتی ہے۔ قیمت عہ

قوت باہ کیلئے بہترین چیز ہے اس سے اعضائے تناسل میں قوت رجولیت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوران خون اعضائے مخصوصہ کی طرف تیز ہو جاتا ہے جس سے قوت باہ بہت بڑھ جاتی ہے۔ قیمت ۔ے

تپ دق چوتھیہ بخار کے دور کرنے میں معجز نما اثر رکھتی ہیں۔ بلکہ تمام ملیریا اور نوبتی بخاروں کیلئے تیر بہدف ثابت ہوئی ہیں۔ قیمت فی شیشی (۲۴) گولیاں عہ

حب البواسیر

یہ گولیاں خونی اور بادی البواسیر کیلئے بہت مفید ثابت ہو چکی ہیں۔ صرف یہی ایک قابل اعتماد دوائی ہے جس کے استعمال سے اس نامراد مرض کی بیخ کنی ہو سکتی ہے۔ قیمت للعہ

ہاتھوں کی کرتوت کا بلا مبالغہ مستند اور شرطیہ علاج ہے۔ رگوں اور پٹھوں کی کمزوری دور ہو کر قوت مردمی از سر نو پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور فائدہ بھی مستقل ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۔ے

ملنے کا پتہ:۔ **لقمانی میڈیکل ہال** ہوتی مردان صوبہ سرحدی